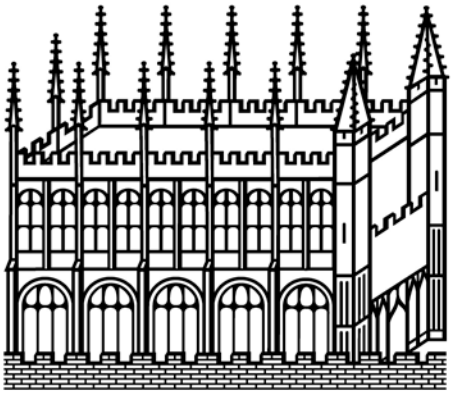


Bodleian Libraries

UNIVERSITY OF OXFORD

This book is part of the collection held by the Bodleian Libraries and scanned by Google, Inc. for the Google Books Library Project.

For more information see:

http://www.bodleian.ox.ac.uk/dbooks




This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 2.0 UK: England & Wales (CC BY-NC-SA 2.0) licence.







16.A.9.

16.D.9

INDIAN INSTITUTE

اشعار نساخ - جناب ممدوح کا دوسرا دیوان ہی۔
مرغوب دل - یہ مجموعہ بھی تصنیف جناب
ممدوح الصدر سے فارسی رباعیات کا ہی۔
دفتر بیمثال دیوان اول - ایضاً
گنج تواریخ - یہ کل تاریخین جناب موصوف
کی تصنیف سے ہین۔
کلیات وہبی مسمّٰی بہ مرقعۂ ارژنگ مصنفہ
شاعر نازک خیال منشی شیو پرساد صاحب منیجر
اودھ اخبار۔
کلیات سودا - قصائد و مثنویات و دواوین
وغیرہ از کلام خرار رفیع السودا۔
کلیات نظیر اکبر آبادی - مطبوعہ مطبع دہلی خرد
کلیات تراب - از حضرت تراب شاہ
مع رسائل دیگر۔
مجموعۂ واسوخت - یہ مجموعہ دو جلد مین ہی
اسمین شعرائے نامی و نامدار کے عمدہ عمدہ
واسوخت ہین ہر واسوخت کے آغاز مین اُسکے
مصنف کا نام مع مختصر حال کے درج ہی واضح ہو کہ چند
یہ مجموعۂ واسوخت اس مطبع مین بڑی جد و جہد سے
جمع ہو کر دو جلد مین چھاپا گیا لیکن بسبب
کثیر الضخامت ہونے کے یہ خیال ہوا کہ خریدار کو
ایک یا چند واسوخت کے لیے مول لینا ایک مجموعہ کا
دشوار ہوگا لہذا اس مجموعہ سے چند جلدون کو
اسواسطے جدا جدا کر دیا تاکہ خریدار کو
ہر طرح سے آسانی ہو چنانچہ نام بعض جلدون کے
مندرج ہین۔
واسوخت نظام - مصنفہ نواب محمد مردان علی خان
بہادر نظام۔
واسوخت امیر - چھ واسوخت مصنفہ
جناب مفتی امیر احمد صاحب بہادر۔
واسوخت امانت - مصنفہ سید آغا حسن
مغفور متخلص بہ امانت۔
واسوخت آباد - دو مصنفہ جناب مہدی حسین خان
صاحب لکھنوی۔
واسوخت آزاد - مصنفہ محمد امیر الدین صاحب
باشندۂ بانس بریلی۔
واسوخت برق - مصنفہ جناب فتح الدولہ
بخشی الملک محمد رضا خان بہادر
متخلص برق۔
واسوخت بحر - مصنفہ شیخ امداد علی۔
واسوخت جرأت - مصنفہ میان قلندر بخش۔
واسوخت جوہر - مصنفہ جواہر سنگھ۔
واسوخت جذب - مصنفہ سید علی حسن۔
واسوخت جوش - مصنفہ نواب احمد حسن خان۔

دیوان ہشیار - منظومہ منشی کیول رام صاحب غزلیات وغیرہ۔

دیوان ضامن - از سید ضامن شاہ۔

دیوان نواب علاء الدولہ - تخلص فقیر مطبوعہ دہلی۔

## کتب کلیات و دواسوخت

کلیات ناسخ - کلیات شیخ امام بخش ناسخ سہ مصرعہ۔

کلیات آتش - تصنیف خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی سہ مصرعہ۔

کلیات صنعت - کلام شاعر مستند میان کریم الدین صنعت مرآد آبادی۔

کلیات نظیر اکبر آبادی - اسمین مخمس و مسدس و دیگر نظم ہین۔

کلیات امیر اللہ تسلیم - نام تاریخی نظام جمند تصنیف منشی امیر اللہ صاحب تسلیم شاگرد رشید نسیم دہلوی۔

کلیات نظام - اردو یہ کلیات بلاغت نکات از کلام معجز نظام جناب نظام الدولہ نواب محمد مردان علی خان بہادر خیالات نظم قابل دیدہین۔

کلیات میر - مسلم الثبوت استاد کا کلام ہی بعد نظر ثانی مکرر طبع ہوا۔

کلیات ظفر - ہر چہار جلد یہ مجموعہ دیوان ظفر مشہور ہی۔

کلیات مومن - نہایت پاکیزہ و لاثانی کاغذ پر چھپا ہی۔

نعت سروری - دیوان ہر غزلیات ردیف وار در نعت سرور کائنات از مفتی غلام سرور صاحب لاہوری۔

کلیات انشاء اللہ خان - یہ کلیات نتیجہ طبع عالی میر انشاء اللہ خان بہادر کا ہی اور یہ حضرت مہدمین نواب سعادت علی خان بہادر کے بڑے نامی شاعرون سے تھے۔

کلیات نساخ - اس مجموعہ مین رسائل ذیل ہین ۱ - شاہد عشرت ۲ - سخن شعرا ۳ - اشعار نساخ ۴ - مرغوب دل ۵ - دفتر خیال ۶ - گنج نوادر ۷ - چشمہ فیض ۸ - قند پارسی ۹ - زبان ریختہ۔

قطعہ منتخب - از مولوی عبد الغفور خان صاحب بہادر رسالہ زبان ریختہ مصنفہ مولوی عبد الغفور خان صاحب بہادر و جدہ ایجاد زبان ریختہ کو لطف کے ساتھ جناب ممدوح نے مع نظائر اشعار اساتذہ تالیف کیا۔

شاہد عشرت - موئفہ - ایضاً۔

سخن شعرا - ایضاً شعرائے متاخرین کا اردو تذکرہ ہی۔

## رباعی

حق شہ کی بقا سے خلق کو شاد کرے | تا شاہِ شیوع دانش و داد کرے
یہ دی جو گئی ہے رشتۂ عمر مین گانٹھ | ہے صفر کہ افزایشِ اعداد کرے

## ایضاً

اس رشتہ مین لاکھ تار ہون بلکہ سوا | اتنے ہی برس شمار ہون بلکہ سوا
ہر سیکڑہ کو ایک گرہ فرض کرین | ایسی گرہین ہزار ہون بلکہ سوا

## ایضاً

کہتے ہین کہ اب وہ مردم آزار نہین | عشاق کی پرسش سے اُسے عار نہین
جو ہاتھ کہ ظلم سے اُٹھایا ہوگا | کیونکر مانون کہ اُسمین تلوار نہین

## ایضاً

ہم گرچہ بنے سلام کرنے والے | کرتے ہین درنگ کام کرنے والے
کہتے ہین کہین خدا سے اللہ اللہ | وہ آپ ہین صبح و شام کرنے والے

## ایضاً

سامان خورد و خواب کہان سے لاؤن | آرام کے اسباب کہان سے لاؤن
روزہ مرا ایمان ہے غالب لیکن | خمخانہ و برف آب کہان سے لاؤن

## ایضاً

ان سیم کے بیجون کو کوئی کیا جانے | بھیجے ہین جو ارمغان شہ والا نے
گن کر دیونگے ہم دعائین سو بار | فیروزہ کی تسبیح کے ہین یہ دانے

مطبوعۂ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ماہ دسمبر ۱۸۸۳ء مطابق ماہ صفر ۱۳۰۱ ہجری

## رباعی

دل تھا کہ جو جان درد تمہید سہی
بیتابی رشک و حسرت دید سہی
ہم اور فسردن ای تجلی افسوس
تکرار روا نہین تو تجدید سہی

## ایضاً

ہی خلق حسد قماش لڑنے کے لیے
وحشت کدۂ تلاش لڑنے کے لیے
یعنی ہر بار صورت کاغذ باد
ملتے ہین یہ بدمعاش لڑنے کے لیے

## ایضاً

دل سخت نزند ہو گیا ہی گویا
اُس سے گلہ مند ہو گیا ہی گویا
پر یار کے آگے بول سکتے ہی نہین
غالب منھ بند ہو گیا ہی گویا

## ایضاً

دُکھ جی کے پسند ہو گیا ہی غالب
دل رُک رُک کر بند ہو گیا ہی غالب
واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہین
سُونا سوگند ہو گیا ہی غالب

## ایضاً

مشکل ہی زبس کلام میرا ای دل
سُن سُن کے اُسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہین فرمائش
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

## ایضاً

... سمجھی ہی جو مجکو شاہ جمجاہ نے دال
ہی لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال
ہی دولت و دین و داد و دانش کی دال

## ایضاً

ہین شہ مین صفات ذوالجلالی باہم
آثار جلالی و جمالی باہم
ہون شاد نہ کیون سا فل و عالی باہم
ہی ابکی شب قدر و دیوالی باہم

## قطعہ ۳ تاریخ

خجستہ انجمنِ طوے میرزا جعفر
کہ جسکے دیکھے سے سبکا ہوا ہی جی مخطوط

ہوئی ہی ایسے ہی فرخندہ سال مین غالب
نہ کیون ہو مادۂ سال عیسوی مخطوط ۱۸۴۸ء

## قطعہ ۴ تاریخ دیگر

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی
ہوا بزم طرب مین رقصِ ناہید

کہا غالب سے تاریخ اسکی کیا ہی
تو بولا انشراحِ جشنِ جمشید ۱۲۶۴ھ

## قطعہ

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہین
دربار وار لوگ بہم آشنا نہین

کاؤن پہ ہاتھ دھرتے ہین کرتے ہین سلام
اس سے ہی یہ مراد کہ ہم آشنا نہین

## رباعیات

بعد از اتمامِ بزمِ عیدِ اطفال
ایام جوانی رہے ساغر کش حال

آیہونچے ہین تا سوادِ اقلیمِ عدم
اے عمرِ گذشتہ یکقدم استقبال

## ایضاً

شب زلف و رخِ عرق فشاں کا غم تھا
کیا شرح کرون کہ طرفہ تر عالم تھا

رویا مین ہزار آنکھ سے صبح تلک
ہر قطرۂ اشک دیدۂ پرنم تھا

## ایضاً

آتشبازی ہی جیسے شغلِ اطفال
ہی سوزِ جگر کا بھی اسی طور کا حال

تھا موجدِ عشق بھی قیامت کوئی
لڑکون کے لیے گیا ہی کیا کھیل نکال

میری تنخواہ جو مقرر ہی — اُسکے ملنے کا ہی عجب ہنجار
رسم ہی مُردہ کی چھ ماہی ایک — خلق کا ہی اسی چلن پہ مدار
مجکو دیکھو تو ہون بقید حیات — اور چھ ماہی ہو سال مین دو بار
بسکہ لیتا ہون ہر مہینے قرض — اور رہتی ہی سود کی تکرار
میری تنخواہ مین تہائی کا — ہو گیا ہی شریک ساہوکار
آج مجھسا نہین زمانے مین — شاعرِ نغز گوئے خوش گفتار
رزم کی داستان گر سُنیے — ہی زبان میری تیغ جوہر دار
بزم کا التزام گر کیجے — ہی قلم میرا ابرِ گوہر بار
ظلم ہی گر نہ دو سخن کی داد — قہر ہی گر کرو نہ مجکو پیار
آپ کا بندہ اور پھرون ننگا — آپ کا نوکر اور کھاؤن اُدھار
میری تنخواہ کیجے ماہ بماہ — تا نہو مجکو زندگی دشوار
ختم کرتا ہون اب دعا پہ کلام — شاعری سے نہین مجھے سروکار

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

## قطعات

سیہ گلیم ہون لازم ہی میرا نام ولے — جہان مین جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہی
ہوا نہ غلبہ میسر کبھی کسی پہ تجھے — کہ جو شریک ہو میرا شریک غالب ہی

## قطعہ ۲

سہل تھا مُسہل ولے یہ سخت مشکل آپڑی — مجھ پہ کیا گذریگی اتنے روز حاضر نہ ہوے
تین دن مُسہل سے پہلے تین دن مُسہل کے بعد — تین مُسہل تین تیرہ تین سیہ کون ہوے

افطارِ صوم کی کچھ اگر دستگاہ ہو — اُس شخص کو ضرور ہی روزہ کہا کرے
جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو — روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے

## گزارش مصنف بحضور شاہ

ای شہنشاہِ آسمان اورنگ — ای جہاندارِ آفتاب آثار
تھا مین اک بینوائے گوشہ نشین — تھا مین اک دردمندِ سینہ فگار
تُمنے مجھکو جو آبرو بخشی — ہوئی سیدھی وہ گرمیِ بازار
کہ ہوا مجھسا ذرّۂ ناچیز — روشناسِ ثوابت و سیار
گرچہ از روے ننگِ بے ہنری — ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار
کہ گر اپنے کو مین کہون خاکی — جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار
شاد ہون لیکن اپنے جی مین کہ ہون — بادشہ کا غلام کارگزار
خانہ زاد اور مرید اور مداح — تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار
بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر — نسبتین ہو گئین مشخص چار
نہ کہون آپ سے تو کس سے کہون — مُدعاے ضروری الاظہار
پیر و مرشد اگرچہ مجکو نہین — ذوقِ آرایشِ سر و دستار
کچھ تو جاڑے مین چاہیے آخر — تا نہ دے بادِ زمہریر آزار
کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش — جسم رکھتا ہون ہی اگرچہ نزار
کچھ خریدا نہین ہی اب کے سال — کچھ بنایا نہین ہی اب کی بار
رات کو آگ اور دن کو دھوپ — جاڑ مین جائین کیسے لیل و نہار
آگ تاپے کہان تلک انسان — دھوپ کھاوے کہان تلک جاندار
دھوپ کی تابش آگ کی گرمی — وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار

ہی چار شنبہ آخر ماہ صفر چلو
رکھدین چمن مین بھر کے مئی مشکبو کی تا نہ

جو آئے جام بھر کے پیے اور ہو کے مست
سبزے کو روندتا پھرے پھولون کو جا بجا نہ

غالب یہ کیا بیان ہی بجز مدح بادشاہ
بھاتی نہین ہی اب مجھے کوئی نوشت و خواند نہ

بنتے ہین سونے روپے کے چھلے حضور مین
ہی جنکے آگے سیم و زر مہر و ماہ مانند

یون سمجھیے کہ بیچ سے خالی کیے ہوے
لاکھون ہی آفتاب ہین اور بیشمار چاند

## در مدح شاہ

ای شاہِ جہانگیر جہان بخش جہاندار
ہی غیب سے ہر دم تجھے صد گونہ بشارت

جو عقدۂ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو
تو وا کرے اُس عقدے کو سو بھی بہ اشارت

ممکن ہی کرے خضر سکندر سے ترا ذکر
گر لب کو نہ دے چشمۂ حیوان سے طہارت

آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف تھا
ہی فخرِ سلیمان جو کرے تیری وزارت

ہی نقشِ مُریدی ترا فرمانِ الٰہی
ہی داغِ غلامی ترا توقیعِ امارت

تو آب سے گر سلب کرے طاقتِ سیلان
تو آگ سے گر دفع کرے تابِ شرارت

ڈھونڈھے نہ ملے موجۂ دریا مین روانی
باقی نہ رہے آتشِ سوزان مین حرارت

ہی گرچہ مجھے نکتہ سرائی مین تو غل
ہی گرچہ مجھے سحر طرازی مین مہارت

کیونکر نہ کرون مدح کو مین ختم دعا پر
قاصر ہی شکایت مین تری میری عبارت

نوروز ہی آج اور وہ دن ہی کہ ہوے ہین
نظارگیِ صنعتِ حق اہلِ بصارت

تجکو شرفِ مہر جہانتاب مبارک
غالب کو ترے عتبۂ عالی کی زیارت

## قطعہ

اُستادِ شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال
یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے

جامِ جہاں نما ہی شہنشاہ کا ضمیر
سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

مین کون اور رختہ ہان اس سے مدّعا
جز انبساطِ خاطرِ حضرت نہیں مجھے

سہرا لکھا گیا زرہِ استمالِ ہم
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں مجھے

مقطع مین آپڑی ہی سخن گسترانہ بات
مقصود اُس سے قطع محبت نہیں مجھے

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ
سودا نہیں جنون نہیں وحشت نہیں مجھے

قسمت بُری سہی پہ طبیعت بُری نہیں
ہی شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے

صادق ہون اپنے قول مین غالب خدا گواہ
کہتا ہون سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

## مدح

نصرت الملک بہادر مجھے تسلیم کرے
تجھسے جو اتنی ارادت ہی تو کس بات سے ہی

گرچہ تو وہ ہی کہ ہنگامہ اگر گرم کرے
رونقِ بزم سہو و مہر تری ذات سے ہی

اور مین وہ ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون
غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہی

خستگی کا ہو بھلا جسکے سبب سے سرِ دست
نسبت اک گونہ مرے دل کو ترے ہات سے ہی

ہاتھ مین تیرے رہے توسنِ دولت کی عنان
یہ دعا شام و سحر قاضیِ حاجات سے ہی

تو سکندر رہی مرا فخر ہی بننا تیرا
گو شرف خضر کی بھی مجکو ملاقات سے ہی

اس پہ گذرے نہ گمان ریو دریا کا زنہار
غالبِ خاک نشین اہلِ خرابات سے ہی

## متفرقات

خاتمِ دستِ سلیمان کے مشابہ لکھیے
سروِ بستانِ پریزاد سے مانا کہیے

اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے
خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلا کہیے

حجر الاسود دیوارِ حرم کیجے فرض
نافہ آہوئے بیابانِ ختن کا کہیے

وضع مین اُسکو اگر سمجھیے قافِ تریاق
رنگ مین سبزۂ نوخیزِ مسیحا کہیے

صومعے مین اسے ٹھہرایئے گر مہرِ نماز
میکدے مین اسے خشتِ خمِ صہبا کہیے

کیون اسے قفلِ درِ گنجِ محبت لکھیے
کیون اسے نقطۂ پرکارِ تمنا کہیے

کیون اسے گوہرِ نایاب تصور لکھیے
کیون اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہیے

کیون اسے تکمۂ پیراہنِ لیلا لکھیے
کیون اسے نقشِ پیِ ناقۂ سلما کہیے

بندہ پرور کے کفِ دست کو دل لکھیے فرض
اور اس چکنی سُپاری کو سویدا کہیے

## قطعہ

نہ پوچھ اسکی حقیقت حضور والا نے
مجھے جو بھیجی ہی بیسن کی روغنی روٹی

نہ کھاتے گیہون نکلتے نہ خلد سے باہر
جو کھاتے حضرتِ آدمؑ یہ بیسنی روٹی

## بیانِ مُصنّف

منظور ہی گزارشِ احوالِ واقعی
اپنا بیانِ حُسنِ طبیعت نہین مجھے

سو پشت سے ہی پیشۂ آبا سپہگری
کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہین مجھے

آزادہ رو ہون اور مرا مسلک ہی صلحِ کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے

کیا کم ہی یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے

فکر میری گہرانداز اشارات کثیر
کلک میری رقم آموز عبارات قلیل

میرے ایہام پہ ہوتی ہے تصدق توضیح
میرے اجمال سے کرتی ہے تراوش تفصیل

نیک ہوتی مری حالت لوہ دیتا تکلیف
جمع ہوتی مری خاطر تو نہ کرتا تعجیل

قبلۂ کون و مکان خستہ نوازی مین یہ دیر
کعبۂ امن و امان عقدہ کشائی مین یہ ڈھیل

## ایضاً

گئے وہ دن کہ نادانستہ غیرون کی وفاداری
کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموش رہتے تھے

بس اب بگڑے پہ کیا شرمندگی جانے دو ملجاؤ
قسم لو ہمسے گر یہ بھی کہین کیون ہم نہ کہتے تھے

گلگشتہ کا جو ذکر کیا تو نے ہمنشین
اک تیر میرے سینہ مین مارا کہ ہائے ہائے

وہ سبزہ زارہائے مطرا کہ ہے غضب
وہ نازنین بتان خودآرا کہ ہائے ہائے

صبر آزما وہ انکی نگاہین کہ حف نظر
طاقت رُبا وہ انکا اشارا کہ ہائے ہائے

وہ میوہ ہائے تازہ و شیرین کہ واہ واہ
وہ بادہ ہائے ناب گوارا کہ ہائے ہائے

## در مدح ڈلی

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیے

خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے
ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیے

مہر مکتوب عزیزان گرامی لکھیے
حرز بازوے شکرفان خودآرا کہیے

مسی آلودہ سر انگشت حسینان لکھیے
داغ طرف جگر عاشق شیدا کہیے

کارفرمائے دین و دولت و بخت — چہرہ آرائے تاج و مسند و تخت
سایہ اُسکا ہُما کا سایہ ہی — خلق پر وہ خدا کا سایہ ہی
ای مفیضِ وجود سایہ و نور — جب تلک ہی نمودِ سایہ و نور
اس خداوند بندہ پرور کو — وارثِ گنج و تخت و افسر کو

شاد و دلشاد و شادمان رکھیو
اور غالب پہ مہربان رکھیو

## قطعات

ای شہنشاہِ فلک منظر بے مثل و نظیر — ای جہاندار کرم شیوہ بے شبہ و عدیل
پانوں سے تیرے ملے فرق ارادت اور تک — فرق سے تیرے کرے کسبِ سعادت کلیل
تیرا اندازِ سخن شانۂ زلفِ الہام — تیری رفتارِ قلم جنبشِ بالِ جبریل
تجھسے عالم پہ کھلا رابطۂ قربِ کلیم — تجھسے دنیا مین بچھا مائدۂ بذلِ خلیل
بسخن اوج دہِ مرتبۂ معنی و لفظ — بکرم داغ نہ ناصیۂ قلزم و نیل
تا ترے وقت مین ہو عیش و طرب کی توقیر — تا ترے عہد مین ہو رنج و الم کی تقلیل
ماہ نے چھوڑ دیا نور سے جانا باہر — زہرہ نے ترک کیا حوت سے کرنا تحویل
تیری دانش مری اصلاحِ مفاسد کی ضمین — تیری بخشش مرے انجاحِ مقاصد کی کفیل
تیرا اقبالِ ترحم مرے جینے کی نوید — تیرا اندازِ تغافل مرے مرنے کی دلیل
بختِ ناساز نے چاہا کہ نہ دے مجکو امان — چرخِ کجباز نے چاہا کہ کرے مجکو ذلیل
پیچھے ڈالے ہی سر رشتۂ اوقات مین گانٹھ — پہلے ٹھونکے ہی بنِ ناخنِ تدبیر مین کیل
تپشِ دل نہین بے رابطۂ خوفِ عظیم — کششِ دم نہین بے ضابطۂ جرِ ثقیل
درِ معنی سے مرا صفحہ لقا کی ڈاڑھی — غم گیتی سے مرا سینہ عمر کی زنبیل

نہ چلا جب کسی طرح مقدور — بادۂ ناب بن گیا انگور

یہ بھی ناچاریوں کا کھونا ہے — شرم سے پانی پانی ہونا ہے

مجھ سے پوچھو تمھیں خبر کیا ہے — آم کے آگے نیشکر کیا ہے

نہ گل اس سمین نہ شاخ و برگ و نہ بار — جب خزاں آئے تب ہو اسکی بہار

اور دوڑائیے قیاس کہاں — جان شیریں میں یہ مٹھاس کہاں

جان میں ہوتی گر یہ شیرینی — کوہکن باوجود غمگینی

جان دینے میں اسکو یکتا جان — پر وہ یوں سہل دے سکتا جان

نظر آتا ہے یوں مجھے یہ ثمر — کہ دوا خانۂ ازل میں مگر

آتش گل پہ قند کا ہے قوام — شیرہ کے تار کا ہے ریشہ نام

یا یہ ہوگا کہ فرط رافت سے — باغبانوں نے باغ جنت سے

انگبیں کے بہ حکم رب الناس — بھر کے بھیجے ہیں سر بمہر گلاس

یا لگا کر خضر نے شاخ نبات — مدتوں تک دیا ہے آب حیات

تب ہوا ہے ثمر فشاں یہ نخل — ہم کہاں ورنہ اور کہاں یہ نخل

تھا ترنج زر ایک خسرو پاس — رنگ کا زرد پر کہاں بو باس

آم کو دیکھتا اگر یکبار — پھینک دیتا طلائے دست افشار

رونق کارگاہ برگ و نوا — نازش دود مان آب و ہوا

رہبر و راہ خلد کا توشہ — طوبیٰ و سدرہ کا جگر گوشہ

صاحب شاخ و برگ و بار ہے آم — ناز پروردۂ بہار ہے آم

خاص وہ آم جو نہ ارزاں ہو — نوبر نخل باغ سلطاں ہو

وہ کہ ہے والی ولایت عہد — عدل سے اسکے ہے حمایت عہد

فخر دین غزشان جاہ و جلال — زینت طینت و جمال کمال

خامہ نے پائی طبیعت سے مدد
بادبان بھی اُٹھتے ہی لنگر کھلا

مدح سے ممدوح کی دیکھی شکوہ
یاں عرض سے رتبۂ جوہر کھلا

مہر کا پانا سپہر چرخ کھا گیا
بادشہ کا رایتِ لشکر کھلا

بادشہ کا نام لیتا ہی خطیب
اب علوِ پایۂ منبر کھلا

سکۂ شہ کا ہوا ہی روشناس
اب عیارِ آبروے زر کھلا

شاہ کے آگے دھرا ہی آئنہ
اب مآلِ سعیِ اسکندر کھلا

ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے
اب فریبِ طغرل و سنجر کھلا

ہو سکے کیا مدح ہاں اک نام ہی
دفترِ مدحِ جہان دادر کھلا

فکرِ اچھی پر ستایش ناتمام
عجز اعجازِ ستایشگر کھلا

جانتا ہون ہی خطِ لوحِ ازل
تم کرو صاحبقرانی جب تلک
تمبہ ای خاقانِ نام آور کھلا
ہی طلسمِ روز و شب کا در کھلا

## در صفت انبہ

ہان دلِ دردمند زمزمہ ساز
کیون نہ کھولے درِ خزینۂ راز

خامے کا صفحہ پر روان ہونا
شاخِ گل کا ہی گلفشان ہونا

مجھسے کیا پوچھتا ہی کیا لکھیے
نکتہ ہاے خرد فزا لکھیے

بارے آمون کا کچھ بیان ہو جائے
خامہ نخلِ رطب فشان ہو جائے

آم کا کون مرد میدان ہی
نمر و شاخ گوے و چوگان ہی

تاک کے جی مین کیون رہے ارمان
آئے یہ گوے اور یہ میدان

آم کے آگے پیش جاوے خاک
پھوڑتا ہی جلے پھپھولے تاک

روشناسون کی جہان فہرست ہی — وان لکھا ہی جبہہ و قیصر کھلا
تو سن شہ مین ہی وہ خوبی کہ جب — تھان سے وہ غیرت مرمر کھلا
نقش پا کی صورتین وہ دلفریب — تو کہے بتخانہ آذر کھلا
مجھپہ فیض تربیت سے شاہ کی — منصب مہر و مہ و محور کھلا
لاکھ عقدے دل مین تھے لیکن ہر ایک — میری حد وسع سے باہر کھلا
تھا دل وابستہ قفل بے کلید — کسنے کھولا کب کھلا کیونکر کھلا
باغ معنی کی دکھاؤنگا بہار — مجھسے گر شاہ سخن گستر کھلا
ہو جہان گرم غزلخوانی نفس — لوگ جانین طبلہ عنبر کھلا

## غزل

گنج مین بیٹھا رہون یون پر کھلا — کاشکے ہوتا قفس کا در کھلا
ہم پکارین اور کھلے یون کون جانے — یار کا دروازہ پاوین گر کھلا
ہمکو ہی اس رازداری پر گھمنڈ — دوست کا ہی راز دشمن پر کھلا
واقعی دلپر بھلا لگتا تھا داغ — زخم لیکن داغ سے بہتر کھلا
ہاتھ سے رکھدی کب ابرو نے کمان — کب کمر سے غمزہ کے خنجر کھلا
سفت کا کسکو برا ہی بدرقہ — رہ روی مین پردہ رہبر کھلا
سوز دل کا کیا کرے باران اشک — آگ بھڑکی منھ اگر دم بھر کھلا
نامہ کے ساتھ آگیا پیغام مرگ — رہگیا خط میری چھاتی پر کھلا

دیکھیو غالب سے گر الجھا کوئی
ہی ولی پوشیدہ اور کافر کھلا

پھر ہوا جت طرازی کا خیال — پھر سر و خورشید کا دفتر کھلا

مہرِ رخشاں کا نام خسروِ روز — ماہِ تاباں کا اسم شحنۂ شام
تیرے توقیعِ سلطنت کو بھی — دے بدستورِ صورتِ ارقام
کاتبِ حکم نے بموجبِ حکم — اس رقم کو دیا طرازِ دوام

ہی ازل سے روانیِ آغاز
ہوا ابد تک رسائیِ انجام

## قصیدہ

صبحدم دروازۂ خاور کھلا — مہرِ عالمتاب کا منظر کھلا
خسرو انجم کے آیا صرف میں — شب کو تھا گنجینۂ گوہر کھلا
وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود — صبح کو رازِ مہ و اختر کھلا
ہین کو اک کچھ نظر آتے ہین کچھ — دیتے ہین دھوکا یہ بازیگر کھلا
سطحِ گردون پر پڑا تھا رات کو — موتیون کا ہر طرف زیور کھلا
صبح آیا جانبِ مشرق نظر — اک نگارِ آتشین رخسر کھلا
تھی نظر بندی کیا جب روزِ سحر — بادۂ گلرنگ کا ساغر کھلا
لاکے ساقی نے صبوحی کے لیے — رکھدیا ہی ایک جامِ زر کھلا
بزمِ سلطانی ہوئی آراستہ — کعبۂ امن و امان کا در کھلا
تاجِ زرّین مہرِ تاباں سے ہوا — خسروِ آفاق کے منھ پر کھلا
شاہِ روشندل بہادر شہ کہ ہی — رازِ ہستی اُسپہ سر تاسر کھلا
وہ کہ جسکی صورتِ تکوین مین — مقصدِ نہ چرخِ دہمِ اختر کھلا
وہ کہ جسکے ناخنِ تاویل سے — عقدۂ احکامِ پیغمبر کھلا
پہلے دارا کا نکل آیا ہی نام — اُسکے سر ہنگون کا جب دفتر کھلا

قبلۂ چشم و دل بہادر شاہ — مظہرِ ذوالجلال والاکرام
شہسوارِ طریقۂ انصاف — نوبہارِ حدیقۂ اسلام
جسکا ہر فعل صورتِ اعجاز — جسکا ہر قول معنیِ الہام
بزم مین میزبانِ قیصر و جم — رزم مین اوستادِ رستم و سام
ای ترا لطف زندگی افزا — ای ترا عہد فرخی فرجام
چشمِ بد دور خسروانہ شکوہ — لوحش اللہ عارفانہ کلام
جان نثارون مین تیرے قیصرِ روم — جرعہ خوارون مین تیرے مرشدِ جام
وارثِ مُلک جانتے ہین تجھے — ایرج و تور و خسرو و بہرام
زورِ بازو مین مانتے ہین تجھے — گیو و گودرز و بیژن و رُہام
مرحبا موشگافیِ ناوک — آفرین آبداریِ صمصام
تیر کو تیرے تیرِ غیب ہدف — تیغ کو تیری تیغِ خصم نیام
رعد کا کر رہی ہی کیا دم بند — برق کو دے رہا ہی کیا الزام
تیرے فیلِ گران جسد کی صدا — تیرے رخشِ سبک عنان کا خرام
فنِّ صورتگری مین تیرا گذر — گر نہ رکھتا ہو دستگاہِ تمام
اُسکے نقشِ عجب کے سرو تن سے — کیون نمایان ہو صورتِ ادغام
جب ازل مین رقم پذیر ہوے — صفحہ ہاے لیالی و اَیام
اور اُن اوراق مین بکلک قضا — مجملاً مُندرج ہوے احکام
لکھدیا شاہدون کو عاشق کُش — لکھدیا عاشقون کو دشمن کام
آسمان کو کہا گیا کہ کہین — گنبدِ تیز گرد نیلی فام
حکمِ ناطق لکھا گیا کہ لکھین — خال کو دانہ اور زُلف کو دام
آتش و آب و باد و خاک نے لی — وضعِ سوز و نم و رم و آرام

ماہ بن ماہتاب بن مین کون — مجکو کیا بانٹ دیگا تو انعام
میرا اپنا جدا معاملہ ہی — اور کے لین دین سے کیا کام
ہی مجھے آرزوے بخشش خاص — گر تجھے ہی امید رحمت عام
جو کہ بخشیگا مجکو قدر فروغ — کیا نہ دیگا مجھے مے گلفام
جب کہ چودہ منازل فلکی — کر چکی قطع تیری تیزی گام
تیرے پرتو سے ہون فروغ پذیر — کوے و شکوے و صحن و منظر و بام
دیکھنا میرے ہاتھ مین لبریز — اپنی صورت کا اک بلورین جام
پھر غزل کی روش پہ چل نکلا — تو سن طبع چاہتا تھا لگام

## غزل

زہر غم کر چکا تھا میرا کام — تجکو کسنے کہا کہ ہو بدنام
مے ہی پھر کیون نہ مین پیے جاؤن — غم سے جب ہو گئی ہو راحت حرام
بوسہ کیسا یہی غنیمت ہی — کہ نہ سمجھین وہ لذت دشنام
کعبہ مین جا بجا مینگے ناقوس — اب تو باندھا ہی دیر مین احرام
اُس قدح کا ہی دور مجکو نقد — چرخ نے لی ہی جس سے گردش وام
بوسہ دینے مین اُنکو ہی انکار — دل کے لینے مین جنکو تھا ابرام

چھیڑتا ہون کہ اُنکو غصہ آوے
کیون رکھون ورنہ غالب اپنا نام

کہ چکا مین تو سب کچھ اب تو کہہ — اے پری چہرہ پیک تیز خرام
کون ہی جسکے در پہ ناصیہ سا — ہین مہ و مہر و زہرہ و بہرام
تو نہین جانتا تو مجھسے سن — نام شاہنشہ بلند مقام

طبع کو اُلفتِ دلدار میں سیر گرمیِ شوق
کہ جہانتک چلے اُس سے قدم اور مجھسے جبین

دلِ اُلفت نسب و سینۂ توحید فضا
نگہ جلوہ پرست و نفسِ صدق گزین

مرجعِ اعدا اثرِ شعلۂ دُودِ دوزخ
وقفِ احباب گل و سنبلِ فردوسِ برین

## قصیدہ

ہاں سہ او سنین ہم اُسکا نام
جسکو تو جھک کے کر رہا ہی سلام

دو دن آیا ہی تو نظر دم صبح
یہی انداز اور یہی اندام

بارے دو دن کہان رہا غائب
بندہ عاجز ہی گردشِ ایام

اُڑ کے جاتا کہان کہ تاروں کا
آسمان نے بچھا رکھا تھا دام

مرحبا ای سرورِ خاص خواص
جنّدا ای نشاطِ عام عوام

عذر میں تین دن نہ آنے کے
لیکے آیا ہی عید کا پیغام

اُسکو بھولا نہ چاہیے کہنا
صبح جو جائے اور آئے شام

ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا
تیرا آغاز اور ترا انجام

رازِ دل مجھسے کیون چھپاتا ہی
مجھکو سمجھا ہی کیا کہین تمّام

جانتا ہون کہ آج دنیا میں
ایک ہی ہی امید گاہِ انام

مین نے مانا کہ تو ہی حلقہ بگوش
غالب اُسکا مگر نہین ہی غلام

جانتا ہون کہ جانتا ہی تو
تب کہا ہی بطرزِ استفہام

مہرِ تابان کو ہو تو ہوای ماہ
قُرب ہر روزہ بر سبیلِ دوام

تجکو کیا پایہ روشناسی کا
جز بہ تقریبِ عیدِ ماہِ صیام

جانتا ہون کہ اُسکے فیض سے تو
چھ بنا چاہتا ہی ماہ تمام

سامع زمزمۂ اہل جہان ہون لیکن
نہ مصور برگ ستایش نہ دماغ نفرین

کسقدر ہرزہ سرا ہون کہ عیاذاً باللہ
یک قلم خارج آداب وقار و تمکین

نقش لاحول لکھے اے خامۂ ہذیان تحریر
یا علی عرض کر اے فطرت وسواس قرین

مظہر فیض خدا جان و دل ختم رسل
قبلۂ آل نبی کعبۂ ایجاد یقین

ہو وہ سرمایۂ ایجاد جہان گرم خرام
ہر کف خاک ہی وان گردۂ تصویر زمین

جلوہ پرداز ہو نقش قدم اُسکا جسجا
وہ کف خاک ہی ناموس دو عالم کی امین

نسبت نام سے اُسکی ہی یہ رتبہ کہ رہے
ابدًا پشت فلک خم شدۂ نازش زین

فیض خلق اُسکا ہی شامل ہی کہ ہوتا ہی سدا
بوے گل سے نفس باد صبا عطر آگین

برش تیغ کا اُسکی ہی جہان مین جرچا
قطع ہو جاے نہ سر رشتۂ ایجاد کہین

کفر سوز اُسکا وہ جلوہ ہی کہ جس سے ہوتے
رنگ عاشق کی طرح رونق بتخانہ یقین

جان پناہا دل جان فیض رسانا شاہا
وصی ختم رسل تو ہی بہ فتواے یقین

جسم اطہر کو ترے دوش پیمبر منبر
نام نامی کو ترے ناصیۂ عرش نگین

کس سے ممکن ہی تری مدح بغیر از واجب
شعلۂ شمع مگر شمع پہ بالد سے آئین

رستخیز پہ ہو ترے جوہر آئینۂ سنگ
رقص بندگی حضرت جبریل امین

ترے در کے لیے اسباب نثار آمادہ
خاکیون کو جو خدا نے دیے جان و دل و دین

تیری تسلیم کو ہین لوح و قلم بست و جبین
تیری توصیف کو ہین نطق و زبان رطب اللسان

کس سے ہو سکتی ہی مداحی مدح خدا
کس سے ہو سکتی ہی ستایش فردوس برین

جنس بازار معاصی سند اقبال اسکا
کہ سوا تیرے کوئی اُسکا خریدار نہین

شوخی عرض مطالب مین ہی گستاخ طلب
ہی ترے حوصلہ فضل پر اربسکہ یقین

دے دعا کو مری وہ مرتبۂ حسن قبول
کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمین

غم شبیر سے ہر سینہ یہان تک لبریز
کہ رہین خون جگر سے مری انکھین رنگین

## مطلع ثانی

فیض سے تیرے ہی اے شمع شبستان بہار
دلِ پروانہ چراغانِ پرِ بلبل گلزار

شکلِ طاؤس کرے آئنہ خانہ پرداز
ذوق میں جلوہ کے تیرے بہولے دیدار

تیری اولاد کے غم سے ہی بروے گردوں
سلکِ اختر میں ہے نو قرۂ گوہر یار

ہم عبادت کو ترے نقش سے ہی مہر نماز
ہم ریاضت کو ترے حوصلہ سے استظہار

مدح میں تیری نہاں زمزمۂ نعتِ نبیؐ
جام سے میرے عیاں بادۂ جوشِ اسرار

جوہرِ دست دعا آئنہ یعنی تاثیر
یک طرف نازشِ مژگانِ دو گرسوئے خمار

مردمک سے ہو عزا خانۂ اقبالِ نگاہ
خاکِ درگہ ترے جو چشم نہو آئنہ دار

دشمنِ آلِ نبیؐ کو بہ طرب خانۂ دہر
عرضِ خمیازۂ سیلاب ہو طاقِ دیوار

دیدۂ تا دلِ اسد آئنۂ یک پرتوِ شوق
فیضِ معنی سے خطِ ساغرِ راقم سرشار

## قصیدہ ۵

دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں
ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بیں

بیدلیہائے تماشا کہ نہ عبرت ہی نہ ذوق
بیکسیہائے تمنا کہ نہ دنیا ہی نہ دیں

ہرزہ ہی نغمۂ زیر و بمِ ہستی و عدم
لغو ہی آئنۂ فرقِ جنون و تمکیں

نقشِ معنی ہمہ خمیازۂ عرضِ صورت
سخنِ حق ہمہ پیمانۂ ذوقِ تحسیں

لاف دانش غلط و نفع عبادت معلوم
دردِ یک ساغرِ غفلت ہر دو عالم سے گراں

منزلِ مضمونِ وفا باد بدستِ تسلیم
صورتِ نقشِ قدم خاکِ بفرقِ تمکیں

عشق بیربطی شیرازۂ اجزائے حواس
وصلِ یک رنگ رخِ آئنۂ حسنِ یقیں

کوہکن گر نہ مزدور بطرِ بگاہِ رقیب
بے ستون آئنۂ خوابِ گرانِ شیریں

کس نے دیکھا نفسِ اہلِ وفا آتش خیز
کس نے پایا اثرِ نالۂ دلہائے حزیں

# قصائد

ساز یک ذرہ نہیں فیضِ چمن سے بیکار
سایۂ لالہ بے داغِ سویدائے بہار

مستیٔ بادِ صبا سے ہے بعرضِ سبزہ
ریزۂ شیشۂ مے جوہرِ تیغِ کہسار

سبزہ ہے جامِ زمرد کی طرح داغِ پلنگ
تازہ ہے ریشۂ نارنج صفت روئے شرار

مستیٔ ابر سے گلچین طرب ہے حسرت
کہ اس آغوش میں ممکن ہے دو عالم کا فشار

کوہ و صحرا ہمہ معموریٔ شوقِ بلبل
راہ خوابیدہ ہوئے خندۂ گل سے بیدار

سونپے ہے فیضِ ہوا صورتِ مژگانِ یتیم
سر نوشتِ دو جہان ابر یک سطرِ غبار

کاٹکر پھینکیے ناخن تو بانداز ہلال
قوتِ نامیہ اُسکو بھی نہ چھوڑے بیکار

کفِ ہر خاک بگردون شدہ قمری پرواز
دامِ ہر کاغذِ آتش زدہ طاؤس شکار

میکدے میں ہوا گر آرزوئے گلچینی
بھول جا یک قدحِ بادہ بطاقِ گلزار

موجِ گل ڈھونڈھ بہ خلوتکدۂ غنچۂ باغ
گم کرے گوشۂ میخانہ میں گر تو دستار

کھینچے گر مانیٔ اندیشہ چمن کی تصویر
سبز مثلِ خطِ نوخیز ہو خطِ پرکار

لعل سے کی ہے پئے زمزمۂ مدحتِ شاہ
طوطیِ سبزۂ کہسار نے پیدا منقار

وہ شہنشاہ کہ جسکی پئے تعمیرِ سدا
چشمِ جبریل ہوئی قالبِ خشتِ دیوار

فلک العرش ہجومِ غم و دوشِ مزدور
رشتۂ فیضِ ازل سازِ طنابِ معمار

سبزۂ نو چمن و یک خطِ لبِ بامِ بہشت
رفعتِ ہمت صد عارف و یک اوجِ حصار

وان کے خاشاک سے حاصل ہو جسے یک پرکاہ
وہ رہے مروحۂ بالِ پری سے بیزار

خاکِ صحرائے نجف جوہرِ سیرِ عرفا
چشمِ نقشِ قدمِ آئنۂ بختِ بیدار

ذرہ اُس گرد کا خورشید کو آئینۂ ناز
گرد اُس دشت کی امید کو احرامِ بہار

آفرینش کو ہے واں سے طلبِ مستیِ ناز
عرضِ خمیازۂ ایجاد ہے ہر موجِ غبار

جی ڈھونڈھتا ہی پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہین تصورِ جاناں کیے ہوے

غالب ہمین نہ چھیڑ کہ پھر جوشِ اشک سے
بیٹھے ہین ہم تہیۂ طوفان کیے ہوے

۳۲۴

نوید امن ہی بیدادِ دوست جان کے لیے
رہے نہ طرزِ ستم کوئی آسمان کے لیے

بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خون ہی
رکھون کچھ اپنی بھی مژگانِ خونفشان کے لیے

وہ زندہ ہم ہین کہ ہین روشناسِ خلق اے خضر
نہ تم کہ چور بنے عمرِ جاودان کے لیے

رہا بلا مین بھی مین مبتلاے آفتِ رشک
بلاے جان ہی ادا تیری اک جہان کے لیے

فلک نہ دور رکھ اُس سے مجھے کہ مین ہی نہین
دراز دستیِ قاتل کے امتحان کے لیے

مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغِ اسیر
کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لیے

گدا سمجھکے وہ چپ تھا مری جو شامت سے
اُٹھا اور اُٹھکے قدم مین نے پاسبان کے لیے

بقدرِ شوق نہین ظرفِ تنگناے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیان کے لیے

دیا ہی خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے
بنا ہی عیش تجمّل حسین خان کے لیے

زبان پہ بارِ خدایا یہ کسکا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لیے

نصیر دولت و دین اور معین ملت و ملک
بنا ہی چرخ بریں جسکی آستان کے لیے

زمانہ عہد مین اُسکے ہی محوِ آرائش
بنینگے اور ستارے اب آسمان کے لیے

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہی
سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکران کے لیے

ادائے خاص سے غالب ہوا ہی نکتہ سرا
صلاے عام ہی یارانِ نکتہ دان کے لیے

تمام ہوئین یہانتک غزلین دیوان غالب کی اب آگے قصائد اور قطعات ہین فقط

ہین اہلِ خرد کس روش خاص پہ نازان
پابستگیِ رسم و رہِ عام بہت ہی

رہزن ہی پہ مجھ کو مجھے کیا حورِ جنم ہی
آلودہ بہ مے جامۂ احرام بہت ہی

ہی قہر گر اب بھی نہ بے بات کہ اُن کو
انکار نہین اور مجھے ابرام بہت ہی

خون ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکا نہین اے مرگ
رہنے دے مجھے یان کہ ابھی کام بہت ہی

۲۲۶ ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے
شاعر تو وہ اچھا ہی پہ بدنام بہت ہی

مدت ہوئی ہی یار کو مہمان کیے ہوے
جوشِ قدح سے بزم چراغان کیے ہوے

کرتا ہون جمع پھر جگرِ لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہی دعوتِ مژگان کیے ہوے

پھر وضعِ احتیاط سے رکنے لگا ہی دم
برسون ہوے ہین چاکِ گریبان کیے ہوے

پھر گرمِ نالہ ہاے شرربار ہی نفس
مدت ہوئی ہی سیر چراغان کیے ہوے

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہی عشق
سامانِ صد ہزار نمکدان کیے ہوے

پھر بھر رہا ہی خامۂ مژگانِ خونچکاں
سازِ چمن طرازیِ داماں کیے ہوے

باہم گرہ ہوے ہین دل و دیدہ پھر رقیب
نظارہ و خیال کا ساماں کیے ہوے

دل پھر طوافِ کوے ملامت کو جا ہی
پندار کا صنم کدہ ویراں کیے ہوے

پھر شوق کر رہا ہی خریدار کی طلب
عرضِ متاعِ عقل و دل و جان کیے ہوے

دوڑے ہی پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال
صد گلستان نگاہ کا ساماں کیے ہوے

پھر چاہتا ہون نامۂ دلدار کھولنا
جانِ نذرِ دلفریبیِ عنواں کیے ہوے

مانگے ہی پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس
زلفِ سیاہ رخ پہ پریشان کیے ہوے

چاہے ہی پھر کسی کو مقابل مین آرزو
سرمے سے تیز دشنۂ مژگان کیے ہوے

اک نوبہارِ ناز کو تاکے ہی پھر نگاہ
چہرہ فروغِ مے سے گلستان کیے ہوے

پھر جی مین ہی کہ در پہ کسی کے پڑے رہین
سر زیرِ بارِ منتِ درباں کیے ہوے

خونے تری افسردہ کیا وحشت دل کو — معشوقی و بے حوصلگی طرز بلا ہی
مجبوری و دعوائے گرفتاری الفت — دست تہ سنگ آمدہ پیمان وفا ہی
معلوم ہوا حال شہیدان گذشتہ — تیغ ستم آئینۂ تصویر نما ہی
اے پرتو خورشید جہانتاب ادھر بھی — سایہ کی طرح ہمپہ عجب وقت پڑا ہی
تا کردہ گناہون کی بھی حسرت کی ملے داد — یارب اگر ان کردہ گناہون کی سزا ہی

بیگانگی خلق سے بیدل نہو غالب
۲۲۴ کوئی نہین تیرا تو مری جان خدا ہی

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی — قسمت کھلی ترے قد و رخ کے ظہور کی
اک خونچکان کفن مین کروڑون بناؤ ہین — پڑتی ہی آنکھ تیرے شہیدون پہ حور کی
واعظ نہ تم پیو نہ کسیکو پلا سکو — کیا بات ہی تمھاری شراب طہور کی
لڑتا ہی مجھسے حشر مین قاتل کہ کیون اٹھا — گویا ابھی سنی نہین آواز صور کی
آمد بہار کی ہی جو بلبل ہی نغمہ سنج — اڑتی سی اک خبر ہی زبانی طیور کی
گو واں نہین پہ واں کے نکالے ہوے تو ہین — کعبہ سے ان بتون کو بھی نسبت ہی دور کی
کیا فرض ہی کہ سبکو ملے ایک سا جواب — آؤ نہ ہم بھی سیر کرین کوہ طور کی
گرمی سہی کلام مین لیکن نہ اسقدر — کی جس سے بات اسنے شکایت ضرور کی

غالب گر اس سفر مین مجھے ساتھ لے چلین
۲۲۵ حج کا ثواب نذر کرونگا حضور کی

غم کھانے مین بودا دل ناکام بہت ہی — یہ رنج کہ کم ہی مے گلفام بہت ہی
کہتے ہوے ساقی سے حیا آتی ہی ورنہ — ہی یون کہ مجھے درد تہ جام بہت ہی
نے تیر کمان مین ہی نہ صیاد کمین مین — گوشے مین قفس کے مجھے آرام بہت ہی
کیا زہد کو مانون کہ نہو گرچہ ریائی — پاداش عمل کی طمع خام بہت ہی

دل مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ
نظارہ کا مقدمہ پھر روبکار ہی

چھڑکے ہی شبنم آئنۂ برگِ گل پر آب
اے عندلیب وقتِ وداعِ بہار ہی

پیچ آپڑی ہی وعدۂ دلدار کی مجھے
وہ آئے یا نہ آئے پہ یاں انتظار ہی

بے پردہ سوئے وادیٔ مجنوں گذر نہ کر
ہر ذرّہ کے نقاب میں دل بیقرار ہی

اے عندلیب یک کفِ خس بہرِ آشیاں
طوفان آمدِ آمدِ فصلِ بہار ہی

دل مت گنو اخیر نہ سہی سیر ہی سہی
اے بیدماغ آئنہ تمثال وار ہی

۲۲۲ غفلت کفیلِ عمر و اسد ضامنِ نشاط
اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہی

آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھسا کہیں جسے

حسرت نے لا رکھا ترے بزمِ خیال میں
گلدستۂ نگاہِ سویدا کہیں جسے

پھونکا ہی کس نے گوشِ محبت میں اے خدا
افسونِ انتظارِ تمنّا کہیں جسے

سر پر ہجومِ دردِ غریبی سے ڈالیے
وہ ایک مشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے

ہی چشمِ تر میں حسرتِ دیدار سے نہاں
شوقِ عناں گسیختہ دریا کہیں جسے

درکار ہی شگفتنِ گلہائے عیش کو
صبحِ بہار پنبۂ مینا کہیں جسے

۲۲۳ غالب بُرا نہ مان جو واعظ بُرا کہے
ایسا بھی کوئی ہی کہ سب اچھا کہیں جسے

شبنم بہ گلِ لالہ نہ خالی زادا ہی
داغِ دلِ بیدرد نظرگاہِ حیا ہی

دل خون شدۂ کشمکشِ حسرتِ دیدار
آئینہ بدستِ بتِ بدمست حنا ہی

شعلہ سے نمود ہوس شعلہ نے جو کی
جی کسقدر افسردگیِ دل پہ جلا ہی

تمثال میں تیری ہی وہ شوخی کہ بصد ذوق
آئینہ باندازِ گل آغوش کشا ہی

قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ
اے نالہ نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہی

۲۱۵ لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہی گہوارہ جنبانی
۲۱۶ قیامت کشتۂ لعلِ بتاں کا خوابِ سنگین ہی

آمدِ سیلابِ طوفانِ صدائے آب ہی — نقشِ پا جو کان میں رکھتا ہی انگلی جادہ سے

بزمِ مے وحشت کدہ ہی کسکی چشمِ مست کا
۲۱۷ شیشہ میں نبضِ پری پنہاں ہی موجِ بادہ سے

ہوں میں بھی تماشائی نیرنگِ تمنا — مطلب نہیں کچھ اس سے کہ مطلب ہی برآوے

۲۱۸ سیاہی جیسے گر جاوے دمِ تحریر کاغذ پر
۲۱۹ مری قسمت میں یوں تصویر ہی شبہائے ہجراں کی

ہجومِ نالۂ حیرت عاجز عرض ایک افغاں ہی — خموشی ریشۂ صد نیستاں کے خس بدنداں ہی
تکلف برطرف ہی جانستاں ترلطفِ بیجا ہیں — نگاہِ بے حجابِ نازِ تیغِ تیز عریاں ہی
ہوئی یہ کثرتِ غم سے تلف کیفیتِ شادی — کہ صبحِ عید مجکو بدتر از چاکِ گریباں ہی
دل و دیں نقد لا ساقی سے گر سودا کیا چاہے — کہ اس بازار میں ساغر متاعِ دستگردان ہی

۲۲۰ غمِ آغوشِ بلا میں پرورش دیتا ہی عاشق کو
چراغِ روشن اپنا قلزمِ صرصر کا مرجان ہی

خموشیوں میں تماشا ادا نکلتی ہی — نگاہ دل سے ترے سرمہ سا نکلتی ہی
فشارِ تنگیِ خلوت سے بنتے ہم شبنم — صبا جو غنچہ کے پردے میں جا نکلتی ہی

۲۲۱ نہ پوچھ سینۂ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ
کہ زخمِ روزنِ در سے ہوا نکلتی ہی

جسجا نسیم شانہ کشِ زلفِ یار ہی — نافہ دماغِ آہوئے دشتِ تتار ہی
کسکا سراغ جلوہ ہی حیرت کو اے خدا — آئینہ فرشِ شش جہتِ انتظار ہی
ہر ذرہ ذرہ تنگیِ جا سے غبارِ شوق — گر دام یہ ہی وسعتِ صحرا شکار ہی

نالہ سرمایۂ یک عالم و عالم کفِ خاک
آسمان بیضۂ قمری نظر آتا ہی مجھے

زندگی مین تو وہ محفل سے اُٹھا دیتے تھے
دیکھون اب مر گئے پر کون اُٹھاتا ہی مجھے

۲۱۱

روندی ہوئی ہی کوکبۂ شہریار کی
اترائے کیون نہ خاکِ سرِ رہگزار کی

جب اُسکے دیکھنے کے لیے آئین باد شاہ
لوگون مین کیون نمود نہ ہو لالہ زار کی

بھوکے نہین ہین سیر گلستان کے ہم ولے
کیونکر نہ کھائیے کہ ہوا ہی بہار کی

۲۱۲

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

ڈرے کیون میرا قاتل کیا رہیگا اُسکی گردن پر
وہ خون جو چشم تر سے عمر بھر یون دمبدم نکلے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہین لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

بھرم کھلجائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا
اگر اس طرۂ پرپیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

مگر لکھوائے کوئی اُسکو خط تو ہمسے لکھوائے
ہوئی صبح اور گھر سے کان پر رکھکر قلم نکلے

ہوئی اس دور مین منسوب مجھسے بادہ آشامی
پھر آیا وہ زمانہ جو جہان مین جام جم نکلے

ہوئی جنسے توقع خستگی کے داد پانے کی
وہ ہمسے بھی زیادہ خستۂ تیغ ستم نکلے

محبت مین نہین ہی فرق جینے اور مرنے کا
اُسی کو دیکھکر جیتے ہین جس کافر پہ دم نکلے

کہان میخانہ کا دروازہ غالب اور کہان واعظ
پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

۲۱۳

کوہ کے ہون بار خاطر گر صدا ہو جائیے
بے تکلف اے شرار جستہ کیا ہو جائیے

بیضۂ آسا تنگ بال و پر ہی یہ کنج قفس
از سر نو زندگی ہو گر رہا ہو جائیے

۲۱۴

مستی بذوقِ غفلتِ ساقی ہلاک ہی
موجِ شراب یک مژۂ خوابناک ہی

جز زخم تیغِ ناز نہین دل مین آرزو
جیبِ خیال بھی ترے ہاتھون سے چاک ہی

جوشِ جنون سے کچھ نظر آتا نہین اسد
صحرا ہماری آنکھ مین یک مشتِ خاک ہی

سر بر ہوئی نہ وعدۂ صبر آزما سے عمر
فرصت کہان کہ تیری تمنا کرے کوئی

ہی وحشتِ طبیعتِ ایجاد یاس خیز
یہ درد وہ نہین کہ نہ پیدا کرے کوئی

بیکاریِ جنون کو ہی سر پیٹنے کا شغل
جب ہاتھ ٹوٹ جائین تو پھر کیا کرے کوئی

حسنِ فروغِ شمعِ سخن دور ہی اسد
پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

۲۳۵ ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

شرع و آئین پر مدار سہی
ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی

چال جیسے کڑی کمان کا تیر
دل مین ایسے کے جا کرے کوئی

بات پر واں زبان کٹتی ہی
وہ کہین اور سنا کرے کوئی

بک رہا ہون جنون مین کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

نہ سنو گر برا کہے کوئی
نہ کہو گر برا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی

کون ہی جو نہین ہی حاجتمند
کسکی حاجت روا کرے کوئی

کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کسے رہنما کرے کوئی

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب
کیون کسی کا گلا کرے کوئی

۲۳۶ بہت سہے غمِ گیتی شراب کم کیا ہی
غلامِ ساقیِ کوثر ہون مجکو غم کیا ہی

تمہارے طرزِ روش جانتے ہین ہم کیا ہی
رقیب پر ہی اگر لطف تو ستم کیا ہی

سخن مین خانۂ غالب کی آتش افشانی
یقین ہی ہمکو بھی لیکن اب اسمین دم کیا ہی ۲۱۰

باغ پاکر خفقانی یہ ڈراتا ہی مجھے
سایۂ شاخِ گل افعی نظر آتا ہی مجھے

جوہرِ تیغ بہ سر چشمۂ دیگر معلوم
ہو نہین وہ سبزہ کہ زہراب اگاتا ہی مجھے

مدعا محوِ تماشائے شکستِ دل ہی
آئنہ خانے مین کوئی لیے جاتا ہی مجھے

۲۰۴
اس رنگ سے اُٹھائی کل اُسنے اسدکی نعش
دشمن بھی جسکو دیکھکے غمناک ہوگئے

نشہ ہا شاداب رنگ و ساز ہا مست طرب
شیشۂ مے سبز جو بارِ نغمہ ہی

۲۰۵
ہمنشین مت کہہ کہ برہم کر نہ بزمِ عیشِ دوست
واں تو میرے نالہ کو بھی اعتبارِ نغمہ ہی

عرضِ نازِ شوخی دندان برائے خندہ ہی
دعویِ جمعیتِ احباب جائے خندہ ہی

ہی عدم مین غنچہ محوِ عبرتِ انجامِ گل
یک جہان زانو تامل در قفائے خندہ ہی

کلفتِ افسردگی کو عیشِ بیتابی حرام
ورنہ دندان دردِ دل افشردن بنائے خندہ ہی

۲۰۶
سوزشِ باطن کے ہین احباب منکر ورنہ یان
دل محیطِ گریہ ولب آشنائے خندہ ہی

حُسنِ بے پروا خریدارِ متاعِ جلوہ ہی
آئنہ زانوئے فکرِ اختراعِ جلوہ ہی

۲۰۷
تا کجا ای آگہی رنگِ تماشا باختن
چشم واگردیدہ آغوشِ وداعِ جلوہ ہی

جبتک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھسے راہِ سخن وا کرے کوئی

عالم غبارِ وحشتِ مجنون ہی سر بسر
کبتک خیالِ طرّۂ لیلی کرے کوئی

افسردگی نہین طربِ انشائے التفات
ہان درد بنکے دل مین مگر جا کرے کوئی

رونے سے ای ندیم ملامت نکر مجھے
آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

چاکِ جگر سے جب رہِ پرسش نہ وا ہوئی
کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی

لختِ جگر سے ہی رگِ ہر خارِ شاخِ گل
تا چند باغبانی صحرا کرے کوئی

ناکامیِ نگاہ ہی برقِ نظارہ سوز
تو وہ نہین کہ تجکو تماشا کرے کوئی

ہر سنگ و خشت ہی صدفِ گوہرِ شکست
نقصان نہین جنون سے جو سودا کرے کوئی

گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

۲۰۲
ہم پیشہ و ہم مشرب و ہمراز ہے میرا
غالب کو برا کیوں کہو اچھا مرے آگے

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے
تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے

نہ کہیو طعن سے پھر تم کہ ہم ستمگر ہیں
مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہیے

وہ نیشتر سہی پر دل میں جب اتر جاوے
نگاہِ ناز کو پھر کیوں نہ آشنا کہیے

نہیں ذریعۂ راحت جراحتِ پیکاں
وہ زخمِ تیغ ہی جسکو کہ دلکشا کہیے

جو مدعی بنے اُسکے نہ مدعی بنیے
جو ناسزا کہے اُسکو نہ ناسزا کہیے

کہیں حقیقتِ جانکاہیِ مرض لکھیے
کہیں مصیبتِ ناسازیِ دوا کہیے

کبھی شکایتِ رنجِ گراں نشیں کیجے
کہیں حکایتِ صبرِ گریز پا کہیے

رہے نہ جان تو قاتل کو خوں بہا دیجے
کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے

نہیں نگار کو الفت نہو نگار تو ہے
روانیِ روشِ و مستیِ ادا کہیے

نہیں بہار کو فرصت نہو بہار تو ہے
طراوتِ چمن و خوبیِ ہوا کہیے

۲۰۳
سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب
خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے
دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

صرف بہائے مے ہوئے آلاتِ میکشی
تھے یہ ہی دو حساب سو لوگوں پاک ہو گئے

رسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم
بارے طبیعتوں کے تو چالاک ہو گئے

کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر
پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

پوچھے ہے کیا وجود و عدم اہلِ شوق کا
آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے

کرنے گئے تھے اُس سے تغافل کا ہم گلہ
کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے

نجالون کیونکہ مٹے داغ طعن بدعہدی
تجھے کہ آئنہ بھی ورطۂ ملامت ہی

یہ پیچ و تاب ہوس سلک عافیت مت توڑ
نگاہِ عجز سرِ رشتۂ سلامت ہی

۲۰۰

وفا مقابل و دعوائے عشق بے بنیاد
جنون ساختہ و فصل گل قیامت ہی

لاغر اتنا ہون کہ گر تو بزم مین جاوے مجھے
میرا ذمہ دیکھکر گر کوئی بتلاوے مجھے

کیا تعجب ہی کہ اُسکو دیکھکر آجاے رحم
واں تلک کوئی کسی حیلہ سے پہونچاوے مجھے

منھ نہ دکھلاوے نہ دکھلا پر بہ انداز عتاب
کھولکر پردہ ذرا آنکھین ہی دکھلاوے مجھے

۲۰۱

یان تلک میری گرفتاری سے وہ خوش ہی کہ مین
زلف گر بنجاؤن تو شانہ مین اُلجھاوے مجھے

بازیچۂ اطفال ہی دنیا مرے آگے
ہوتا ہی شب و روز تماشا مرے آگے

اک کھیل ہی اورنگ سلیمان مرے نزدیک
اک بات ہی اعجاز مسیحا مرے آگے

جز نام نہین صورت عالم مجھے منظور
جز وہم نہین ہستی اشیا مرے آگے

ہوتا ہی نہان گرد مین صحرا مرے ہوتے
گھستا ہی جبین خاک پہ دریا مرے آگے

مت پوچھ کہ کیا حال ہی میرا ترے پیچھے
تو دیکھ کہ کیا رنگ ہی تیرا مرے آگے

سچ کہتے ہو خودبین و خودآرا ہون نہ کیون ہون
بیٹھا ہی بت آئنہ سیما مرے آگے

پھر دیکھیے انداز گل افشانی گفتار
رکھدے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے

نفرت کا گمان گذرے ہی مین رشک سے گذرا
کیونکر کہون لو نام نہ انکا مرے آگے

ایمان مجھے روکے ہی تو کھینچے ہی مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہی کلیسا مرے آگے

عاشق ہون پہ معشوق فریبی ہی مرا کام
مجنون کو برا کہتی ہی لیلا مرے آگے

خوش ہوتے ہین پر وصل مین یون مر نہین جاتے
آئی شب ہجران کی تمنا مرے آگے

ہی موج زن اک قلزم خون کاش یہی ہو
آتا ہی ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے

۱۹۷

حضورِ شاہ مین اہلِ سخن کی آزمایش ہی
چمن مین خوش نوایانِ چمن کی آزمایش ہی

قد و گیسو مین قیس و کوہکن کی آزمایش ہی
جہان ہم ہین وہان دار و رسن کی آزمایش ہی

کرینگے کوہکن کے حوصلے کا امتحان آخر
ہنوز اُس خستہ کی نیروے تن کی آزمایش ہی

نسیمِ مصر کو کیا پیرہن کنعان کی ہوا خواہی
اُسے یوسف کی بوے پیرہن کی آزمایش ہی

وہ آیا بزم مین دیکھو نہ کہیو پھر کہ غافل تھے
شکیب و صبرِ اہلِ انجمن کی آزمایش ہی

رہے دل مین ہی تیرا چبھا جگر کے پار ہو بہتر
غرض شستِ بتِ ناوک فگن کی آزمایش ہی

نہین کچھ سبحہ و زنار کے پھندے مین گیرائی
وفاداری مین شیخ و برہمن کی آزمایش ہی

پڑا رہ اے دلِ وارستہ بیتابی سے کیا حاصل
مگر پھر تابِ زلفِ پرشکن کی آزمایش ہی

رگ و پے مین جب اُترے زہرِ غم تب دیکھیے کیا ہو
ابھی تو تلخیِ کام و دہن کی آزمایش ہی

وہ آوینگے مرے گھر وعدہ کیسا دیکھنا **غالب**
نئے فتنون مین اب چرخِ کہن کی آزمایش ہی

۱۹۸

کبھی نیکی بھی اُسکے جی مین گر آجاے ہی مجھسے
جفائین کرکے اپنی یاد شرماجاے ہی مجھسے

خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر اُلٹی ہی
کہ جتنا کھینچتا ہون اور کھچتا جاے ہی مجھسے

وہ بدخو اور میری داستانِ عشق طولانی
عبارت مختصر قاصد بھی گھبراجاے ہی مجھسے

اُدھر وہ بدگمانی ہی اِدھر یہ ناتوانی ہی
نہ پوچھا جاے ہی اُس سے نہ بولا جاے ہی مجھسے

سنبھلنے دے مجھے اے نا اُمیدی کیا قیامت ہی
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جاے ہی مجھسے

تکلف برطرف نظارگی مین بھی سہی لیکن
وہ دیکھا جاے کب یہ ظلم دیکھا جاے ہی مجھسے

ہوے ہین پانون ہی پہلے نبردِ عشق مین زخمی
نہ بھاگا جاے ہی مجھسے نہ ٹھہرا جاے ہی مجھسے

۱۹۹

قیامت ہی کہ ہووے مدعی کا ہمسفر **غالب**
وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جاے ہی مجھسے

زبسکہ مشقِ تماشا جنون علامت ہی
کشادہ لبتِ مژہ سیلیِ ندامت ہی

تمھین نہین ہی سر رشتۂ وفا کا خیال
ہمارے ہاتھ مین کچھ ہی مگر ہی کیا کہیے

اُنھین سوال پہ زعم جنون ہی کیون لڑیے
ہمین جواب سے قطع نظر ہی کیا کہیے

حسد سزاے کمال سخن ہی کیا کیجے
ستم بہاے متاع ہنر ہی کیا کہیے

کہا کسی نے کہ **غالب** برا نہین لیکن
سوائے اسکے کہ آشفتہ سر ہی کیا کہیے

۱۹۵

دیکھکر درپردہ گرم دامن افشانی مجھے
کر گئی وابستۂ تن میری عریانی مجھے

بنگیا تیغ نگاہ یار کا سنگ فسان
مرحبا مین کیا مبارک ہی گرانجانی مجھے

کیون نہو بے التفاتی اُسکی خاطر جمع ہی
جانتا ہی محو پرسشہاے پنہانی مجھے

میرے غمخانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی
لکھدیا منجملۂ اسباب ویرانی مجھے

بدگمان ہوتا ہی وہ کافر نہوتا کاشکے
اسقدر ذوق نواے مرغ بستانی مجھے

واے واں بھی شور محشر نے نہ دم لینے دیا
لیگیا تھا گور مین ذوق تن آسانی مجھے

وعدہ آنیکا وفا کیجے یہ کیا انداز ہی
تمنے کیون سونپی ہی میرے گھر کی دربانی مجھے

ہان نشاط آمد فصل بہاری واہ واہ
پھر ہوا ہی تازہ سوداے غزلخوانی مجھے

وی مرے بھائی کو حق نے از سر نو زندگی
میرزا یوسف ہی **غالب** یوسف ثانی مجھے

۱۹۶

یاد ہی شادی مین بھی ہنگامۂ یارب مجھے
سجدۂ زاہد ہوا ہی خندہ زیر لب مجھے

ہی کشادہ خاطر وابستہ در رہن سخن
تھا طلسم قفل ابجد خانۂ مکتب مجھے

یارب اس آشفتگی کی داد کس سے چاہیے
رشک آسایش پہ ہی رندانیون کی اب مجھے

طبع ہی مشتاق لذت ہاے حسرت کیا کرون
آرزو سے ہی شکست آرزو مطلب مجھے

دل لگا کر آپ بھی **غالب** مجھی سے ہوگئے
عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

۱۹۰ نہ پوچھ نسخہ مرہم جراحتِ دل کا
کہ اُسمین ریزہ الماس جزو اعظم ہی

۱۹۱ بہت دنون مین تغافل نے تیرے پیدا کی
وہ اک نگہ کہ بظاہر نگاہ سے کم ہی

ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہین کرتے
مرتے ہین ولے اُنکی تمنا نہین کرتے
در پردہ اُنھین غیر سے ہی ربط نہانی
ظاہر کا یہ پردا ہی کہ پردا نہین کرتے

۱۹۲ یہ باعث نومیدی اربابِ ہوس ہی
غالب کو بُرا کہتے ہو اچھا نہین کرتے

کرے ہی بادہ ترے لب سے کسبِ رنگ فروغ
خطِ پیالہ سراسر نگاہِ گلچین ہی
کبھی تو اس دلِ شوریدہ کی بھی داد ملے
کہ ایک عمر سے حسرت پرست بالین ہی
بجا ہی گر نہ سُنے نالہ ہاے بلبلِ زار
کہ گوشِ گُل نمِ شبنم سے پنبہ آگین ہی

۱۹۳ اسد ہی نزع مین چل بے وفا برائے خدا
مقامِ ترکِ حجاب و وداع تمکین ہی

کیون نہو چشمِ بُتان محو تغافل کیون نہو
یعنی اس بیمار کو نظارہ سے پرہیز ہی
مرتے مرتے دیکھنے کی آرزو رہ جائیگی
ولے ناکامی کہ اُس کافر کا خنجر تیز ہی

۱۹۴ عارضِ گُل دیکھ روے یار یاد آیا اسد
جوششِ فصلِ بہاری اشتیاق انگیز ہی

دیا ہی دل اگر اُسکو بشر ہی کیا کہیے
ہوا رقیب تو ہو نامہ بر ہی کیا کہیے
یہ ضد کہ آج نہ آوے اور آئے بن نہ رہے
قضا سے شکوہ ہمین کسقدر ہی کیا کہیے
رہے ہی یون گہ و بیگہ کوئی دوست کو آب
اگر نہ کہیے کہ دشمن کا گھر ہی کیا کہیے
زہے کرشمہ کہ یون دے کھا ہی ہمکو فریب
کہ بن کہے ہی اُنھین سب خبر ہی کیا کہیے
سمجھ کے کرتے ہین بازار مین وہ پرسشِ حال
کہ یہ کہے کہ سر رہگذر ہی کیا کہیے

دکھا کے جنبش لب ہی تمام کر ہمکو
نہ دے جو بوسہ تو مُنھ سے کہین جواب تو دے

پلا دے اوک سے ساقی جو ہمسے نفرت ہی
پیالہ گر نہین دیتا نہ دے شراب تو دے

چلو

۱۹۴ھ

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤن پھول گئے
کہا جو اُسنے ذرا میرے پاؤن داب تو دے

تپش سے میری وقفِ کشمکش ہر تارِ بستر ہی
مرا سر رنج بالین ہی مرا تن بار بستر ہی

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہی
دلِ بیدست و پا افتادہ برخوردارِ بستر ہی

خوشا اقبالِ رنجوری عیادت کو تم آئے ہو
فروغِ شمع بالین طالعِ بیدارِ بستر ہی

بہ طوفانگاہِ جوشِ اضطرابِ شامِ تنہائی
شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر تارِ بستر ہی

ابھی آتی ہی بو بالش سے اُسکے زلفِ شبگین کی
ہماری دید کو خوابِ زلیخا عارِ بستر ہی

کہون کیا دل کی کیا حالت ہی ہجرِ یار مین غالب
۱۹۵ھ
کہ بیتابی سے ہر اک تارِ بستر خار بستر ہی

خطر ہی رشتۂ الفت رگِ گردن نہو جاوے
غرورِ دوستی آفت ہی تو دشمن نہو جاوے

سمجھ اس فصل مین کوتاہی نشو و نما غالب
۱۹۹ھ
اگر گل سرو کی قامت پہ پیراہن نہو جاوے

فریاد کی کوئی لَے نہین ہی
نالہ پابندِ نَے نہین ہی

کیون بوتے ہین باغبان تو بہی
گر باغ گدائے مے نہین ہی

ہر چند ہر ایک شے مین تو ہی
پر تجھسے تو کوئی شے نہین ہی

ہان کھائیو مت فریبِ ہستی
ہر چند کہین کہ ہی نہین ہی

شادی سے گذر کہ غم نہو وے
اُردی جو نہو تو دی نہین ہی

کیون ردِّ قدح کرے ہی زاہد
مے ہی یہ مگس کی قے نہین ہی

ہستی ہی نہ کچھ عدم ہی غالب
آخو تو کیا ہی ای نہین ہی

گردشِ ساغرِ صد جلوۂ رنگین مجھسے
آئنہ داری یک دیدۂ حیران مجھسے

نکہتِ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہی اسد
ہی چراغانِ خس و خاشاکِ گلستان مجھسے

۱۸۴

نکتہ چین ہی غمِ دل اُسکو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

مین بلاتا تو ہون اُسکو مگر اے جذبۂ دل
اُسپہ بنجائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

کھیل سمجھا ہی کہین چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے
کاش یون بھی ہو کہ بن میرے سنائے نہ بنے

غیر پھرتا ہی لیے یون ترے خط کو کہ اگر
کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہی تو چھپائے نہ بنے

اس نزاکت کا بُرا ہو وہ بھلے ہین تو کیا
ہاتھ آوین تو اُنھین ہاتھ لگائے نہ بنے

کہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کسکی ہی
پردہ چھوڑا ہی وہ اُسنے کہ اُٹھائے نہ بنے

موت کی راہ نہ دیکھون کہ بن آئے نہ رہے
تمکو چاہون کہ نہ آؤ تو بُلائے نہ بنے

بوجھ وہ سر سے گرا ہی کہ اُٹھائے نہ اُٹھے
کام وہ آن پڑا ہی کہ بنائے نہ بنے

عشق پر زور نہین ہی یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بُجھائے نہ بنے

۱۸۵

چاک کی خواہش اگر وحشت بعریانی کرے
صبح کے مانند زخمِ دل گریبانی کرے

جلوہ کا تیرے وہ عالم ہی کہ گر کیجے خیال
دیدۂ دل کو زیارتگاہِ حیرانی کرے

ہی شکستن سے بھی دل نومید یارب کب تلک
آبگینہ کوہ پر عرضِ گرانجانی کرے

سیکڑہ گر چشمِ مستِ ناز سے پاوے شکست
سوے شیشہ دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

خطِ عارض سے لکھا ہی زلف کو الفت نے عہد
یک قلم منظور ہی جو کچھ پریشانی کرے

۱۸۶

وہ آکے خواب مین تسکین اضطراب تو دے
ولے مجھے تپشِ دل مجالِ خواب تو دے

کرے ہی قتل لگاوٹ مین تیرا رو دینا
تری طرح کوئی تیغِ نگہ کو آب تو دے

۱۸۲

اُس لب سے مِل ہی جائیگا بوسہ کبھی تو ہان
شوقِ فضول و جُرأتِ رندانہ چاہیے

چاہیے اچھون کو جتنا چاہیے
یہ اگر چاہین تو پھر کیا چاہیے

صحبتِ رندان سے واجب ہی حذر
جائے مے اپنے کو کھینچا چاہیے

چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل
بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیے

چاک مت کر جیب بے ایام گُل
کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے

دوستی کا پردہ ہی بیگانگی
مُنھ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

دشمنی نے میری کھویا غیر کو
کسقدر دشمن ہی دیکھا چاہیے

اپنی رسوائی مین کیا چلتی ہی سعی
یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے

منحصر مرنے پہ ہو جسکی اُمید
نا اُمیدی اُسکی دیکھا چاہیے

غافل ان مہ طلعتون کے واسطے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

۱۸۳

چاہتے ہین خوبرویون کو اسد
آپکی صورت تو دیکھا چاہیے

ہر قدم دُوریِ منزل ہی نمایان مجھسے
میری رفتار سے بھاگے ہی بیابان مجھسے

درسِ عنوانِ تماشا بتغافل خوشتر
ہی نگہ رشتۂ شیرازۂ مژگان مجھسے

وحشتِ آتشِ دل سے شبِ تنہائی مین
صورتِ دُود رہا سایہ گریزان مجھسے

نگہِ عشّاق نہو سادگی آموزِ بُتان
کسقدر خانۂ آئینہ ہی ویران مجھسے

اثرِ آبلہ سے جادۂ صحرائے جنون
صورتِ رشتۂ گوہر ہی چراغان مجھسے

بیخودی بستۂ تمہیدِ فراغت ہو جو
پر ہی سایہ کی طرح میرا شبستان مجھسے

شوقِ دیدار مین گر تو مجھے گردن مارے
ہو نگہ مثلِ گلِ شمع پریشان مجھسے

بیکسیہائے شبِ ہجر کی وحشت ہی ہی
سایہ خورشیدِ قیامت مین ہی پنہان مجھسے

۱۷۷ کر دیا ضعف نے عاجز غالب
ننگِ پیری ہی جوانی میری

۱۷۸ نقشِ نازِ بتِ طنّاز بآغوشِ رقیب
پاے طاؤس پے خامۂ مانی مانگے
تو وہ بدخو کہ تحیّر کو تماشا جانے
غم وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

۱۷۹ وہ تپِ عشق تمنّا ہی کہ پھر صورتِ شمع
شعلہ تا نبضِ جگر ریشہ دوانی مانگے

۱۸۰ گلشن کو تری صحبت از بسکہ خوش آئی ہی
ہر غنچہ کا گل ہونا آغوش کشائی ہی
واں کنگرِ استغنا ہر دم ہی بلندی پر
یاں نالہ کو اور اُلٹا دعواے رسائی ہی

۱۸۱ از بسکہ سکھاتا ہی غم ضبط کے اندوے
جو داغ نظر آیا اک چشم نمائی ہی

۱۸۲ جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی
لکھیو یا رب اُسے قسمت میں عدو کی
اچھا ہی سرانگشتِ حنائی کا تصور
دل میں نظر آتی تو ہی اک بوند لہو کی
کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے
یاں تو کوئی سنتا نہیں فریاد کسو کی
دشنہ نے کبھی منھ نہ لگایا ہو جگر کو
خنجر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو گلو کی

۱۸۳ صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سے غالب
حسرت میں رہے ایک بتِ عربدہ جو کی

۱۸۴ سیماب پشت گرمی آئینہ دے ہی ہم
حیران کیے ہوے ہیں دلِ بیقرار کے

۱۸۵ آغوشِ گل کشودہ برائے وداع ہی
اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے

۱۸۶ ہی وصل ہجر عالمِ تمکین و ضبط میں
معشوقِ شوخ و عاشقِ دیوانہ چاہیے

شاہ کی ہی غسلِ صحت کی خبر
دیکھیے کب دن پھرین حمّام کے

غالب
عشق نے نکما کردیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

بھر اس انداز سے بہار آئی
کہ ہوے مہر و مہ تماشائی

دیکھو اے ساکنانِ خطّۂ خاک
اسکو کہتے ہین عالم آرائی

کہ زمین ہوگئی ہی سر تا سر
رُوکشِ سطحِ چرخِ مینائی

سبزہ کو جب کہین جگہ نہ ملی
بنگیا روے آب پر کائی

سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے
چشمِ نرگس کو دی ہی بینائی

ہی ہوا مین شراب کی تاثیر
بادہ نوشی ہی بادہ پیمائی

کیون نہ دنیا کو ہو خوشی غالب
شاہ دیندار نے شفا پائی

تغافل دوست ہون میرا دماغِ عجز عالی ہی
اگر پہلو تہی کیجے تو جا میری بھی خالی ہی

رہا آباد عالم اہلِ ہمت کے نہ ہونے سے
بھرے ہین جسقدر جام و سبو میخانہ خالی ہی

کب وہ سنتا ہی کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری

خلشِ غمزۂ خونریز نہ پوچھ
دیکھ خونناب فشانی میری

کیا بیان کرکے مرا رو ئینگے یار
مگر آشفتہ بیانی میری

ہون زخود رفتۂ بیدایِ خیال
بھول جاتا ہی نشانی میری

مقابل ہی مقابل میرا
رُک گیا دیکھ روانی میری

قدر سنگِ سرِ رہ رکھتا ہون
سخت ارزان ہی گرانی میری

گرد باد رہِ بیتابی ہون
صرصرِ شوق ہی بانی میری

دہن اُسکا جو نہ معلوم ہوا
کھل گئی ہیچمدانی میری

۱۷۱
ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہی
تمہین کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہی

نہ شعلہ مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا
کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہی

یہ رشک ہی کہ وہ ہوتا ہی ہم سخن تم سے
وگرنہ خوف بد آموزی عدو کیا ہی

چپک رہا ہی بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہی

جلا ہی جسم جہان دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہی

رگون مین دوڑنے پھرنے کے ہم نہین قائل
جب آنکھ سے ہی نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہی

وہ چیز جسکے لیے ہمکو ہو بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہی

پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہی

رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی
تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہی

ہوا ہی شہ کا مصاحب پھرے ہی اتراتا
وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہی

۱۷۲
مین انھین چھیڑون اور کچھ نہ کہین
چل نکلتے جو مے پیے ہوتے

قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو
کاش کے تم مرے لیے ہوتے

میری قسمت مین غم گر اتنا تھا
دل بھی یارب کئی دیے ہوتے

آہی جاتا وہ راہ پر غالب
کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

۱۷۳
غیر لین محفل مین بوسے جام کے
ہم رہین یون تشنہ لب پیغام کے

خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ
ہتکھنڈے ہین چرخ نیلی فام کے

خط لکھینگے گرچہ مطلب کچھ نہو
ہم تو عاشق ہین تمہارے نام کے

رات پی زم زم پہ مے اور صبحدم
دھوئے دھبے جامۂ احرام کے

دل کو آنکھون نے پھنسایا کیا مگر
یہ بھی حلقے ہین تمہارے دام کے

غزل ١٦٩

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے
کہ اپنے سایہ سے سر پانون سے ہی دو قدم آگے

قضا نے تھا مجھے چاہا خراب بادۂ اُلفت
فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے

غمِ زمانہ نے جھاڑی نشاطِ عشق کی مستی
وگرنہ ہم بھی اُٹھاتے تھے لذتِ الم آگے

خدا کے واسطہ داد اس جنونِ شوق کی دینا
کہ اُسکے در پہ پہونچتے ہین نامہ بر سے ہم آگے

یہ عمر بھر جو پریشانیان اُٹھائی ہین ہم نے
تمھاری آئیو اے طرّہ ہائے خم بخم آگے

دل و جگر مین پر افشان جو ایک موجۂ خون ہی
ہم اپنے زعم مین سمجھے ہوے تھے اُسکو دم آگے

قسم جنازہ پہ آنے کی میرے کھاتے ہین غالب
ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

غزل ١٧٠

شکوہ کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہی
یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہی

پر ہون مین شکوہ سے یون راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہی

گو سمجھتا نہین پر حسنِ تلافی دیکھو
شکوۂ جور سے سرگرمِ جفا ہوتا ہی

عشق کی راہ مین ہی چرخِ مکوکب کی وہ چال
سُست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہی

کیون نہ ٹھہرین ہدفِ ناوکِ بیداد کہ ہم
آپ اُٹھا لاتے ہین گر تیر خطا ہوتا ہی

خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ
کہ بھلا چاہتے ہین اور بُرا ہوتا ہی

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب
لب تک آتا ہی جو ایسا ہی رسا ہوتا ہی

خامہ میرا کہ وہ ہی بارِ بدِ بزمِ سخن
شاہ کی مدح مین یون نغمہ سرا ہوتا ہی

اے شہنشاہِ کواکب سپہ و مہر علم
تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہی

سات اقلیم کا حاصل جو فراہم کیجے
تو وہ لشکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہی

ہر مہینہ مین جو یہ بدر سے ہوتا ہی ہلال
آستان پر ترے مہ ناصیہ سا ہوتا ہی

مین جو گستاخ ہون آئینِ غزل خوانی مین
یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق فزا ہوتا ہی

دیکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی مین معاف
آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہی

گنجینۂ معنی کا طلسم اُسکو سمجھیے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار مین آوے

۱۶۷

حُسنِ مہ گرچہ بہنگام کمال اچھا ہی
اُس سے میرا مہِ خورشید جمال اچھا ہی

بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہی ہر لحظہ نگاہ
جی مین کہتے ہین کہ مُفت آئے تو مال اچھا ہی

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغرِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہی

بے طلب دین تو مزہ اُسمین سوا ملتا ہی
وہ گدا جسکو نہو خُوئے سوال اچھا ہی

اُنکے دیکھے سے جو آجاتی ہی مُنہ پر رونق
وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہی

دیکھیے پاتے ہین عشاق بتون سے کیا فیض
اک برہمن نے کہا ہی کہ یہ سال اچھا ہی

ہم سخن تیشہ نے فرہاد کو شیرین سے کیا
جسطرح کا کہ کسی مین ہو کمال اچھا ہی

قطرہ دریا مین جو ملجاے تو دریا ہو جاے
کام اچھا ہی وہ جسکا کہ مآل اچھا ہی

خضر سلطان کو رکھے خالقِ اکبر سرسبز
شاہ کے باغ مین یہ تازہ نہال اچھا ہی

۱۶۸

ہمکو معلوم ہی جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہی

نہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی
امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

خارِ خارِ الم حسرتِ دیدار تو ہی
شوقِ گلچینِ گلستانِ تسلی نہ سہی

مے پرستان خمِ مے مُنہ سے لگائے ہی بنے
ایک دن گر نہوا بزم مین ساقی نہ سہی

نفسِ قیس کی ہی چشم و چراغِ صحرا
گر نہین شمعِ سیہ خانۂ لیلی نہ سہی

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہی گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا
گر نہین ہین مرے اشعار مین معنی نہ سہی

عشرتِ صحبتِ خوباں ہی غنیمت سمجھو
نہوئی غالب اگر عمرِ طبیعی نہ سہی

قتل کا میرے کیا ہی عہد تو بارے — واے اگر عہد استوار نہین ہی

۱۶۴ — تو نے قسم مے کشی کی کھائی ہی غالب
تری قسم کا کچھ اعتبار نہین ہی

ہجوم غم سے یانتک سرنگونی مجکو حاصل ہی — کہ تار دامن و تار نظر مین فرق مشکل ہی
رفوے زخم سے مطلب ہی لذت زخم سوزن کی — سمجھیو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہی

۱۶۵ — وہ گل جس گلستان مین جلوہ فرمائی کرے غالب
چٹکنا غنچہ و گل کا صداے خندۂ دل ہی

یا بدامن ہو رہا ہون بسکہ مین صحرا نورد — خار پا ہین جوہر آئینۂ زانو مجھے
دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت — ہی نگاہ آشنا تیرا سر ہر مو مجھے

۱۶۶ — ہون سراپا ساز آہنگ شکایت کچھ نہ پوچھ
ہی یہی بہتر کہ لوگون مین نہ چھیڑے تو مجھے

جس بزم مین تو ناز سے گفتار مین آوے — جان کالبد صورت دیوار مین آوے
سایہ کی طرح ساتھ پھرین سرو و صنوبر — تو اس قد دلکش سے جو گلزار مین آوے
تب باز گرانمایگی اشک بجا ہی — جب لخت جگر دیدۂ خونبار مین آوے
دے مجکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر — کچھ تجکو مزا بھی مرے آزار مین آوے
اُس چشم فسونگر کا اگر پائے اشارہ — طوطی کی طرح آئنہ گفتار مین آوے
کانٹون کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب — اک آبلہ پا وادی پرخار مین آوے
مرجاؤن نہ کیون رشک سے جب وہ تن نازک — آغوش خم حلقۂ زنار مین آوے
غارتگر ناموس نہ گر ہوس زر — کیون شاہد گل باغ سے بازار مین آوے
تب چاک گریبان کا مزا ہی دل نالان — جب یک نفس اُلجھا ہوا ہر تار مین آوے
آتشکدہ ہی سینہ مرا راز نہان سے — اے واے اگر معرض اظہار مین آوے

یون ہی دُکھ کسیکو دینا نہین خوب ورنہ کہتا
۱۶۲ کہ مرے عدو کو یارب ملے میری زندگانی

ظلمت کدہ مین میرے شبِ غم کا جوش ہی — اک شمع ہی دلیلِ سحر سو خموش ہی
نی مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال — مُدّت ہوئی کہ آشتیِ چشم و گوش ہی
مے نے کیا ہی حُسن خود آرا کو بے حجاب — اے شوق یان اجازتِ تسلیم ہوش ہی
گوہر کو عقدِ گردنِ خوبان مین دیکھنا — کیا اوج پر ستارۂ گوہر فروش ہی
دیدارِ بادہ حوصلہ ساقی نگاہ مست — بزمِ خیال سیکدۂ بے خروش ہی
اے تازہ واردانِ ہولے بساطِ دل — زنہار اگر تمھین ہوسِ نائے و نوش ہی
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو — میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہی
ساقی بجلوہ دشمن ایمان و آگہی — مطرب بہ نغمہ رہزنِ تمکین و ہوش ہی
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط — دامانِ باغبان و کفِ گلفروش ہی
لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدائے چنگ — یہ جنتِ نگاہ وہ فردوسِ گوش ہی
یا صُبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم مین — نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہی
داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی — اک شمع رہگئی ہی سو وہ بھی خموش ہی

آتے ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین
۱۶۳ غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہی

آکہ مری جان کو قرار نہین ہی — طاقتِ بیدادِ انتظار نہین ہی
دیتے ہین جنّت حیاتِ دہر کے بدلے — نشہ بہ اندازۂ خمار نہین ہی
گریہ نکالے ہی تری بزم سے مجکو — ہاے کہ رونے پہ اختیار نہین ہی
ہمسے عبث ہی گمانِ رنجشِ خاطر — خاک مین عشاق کے غبار نہین ہی
دل سے اُٹھا لطفِ جلوہ ہاے معانی — غیرِ گلِ آئنہ بہار نہین ہی

۱۵۹

پس از مردن بھی دیوانہ زیارتگاہ طفلان ہے
شرار سنگ نے تربت پہ میری گلفشانی کی

نکوہش ہے ستم فریادی بیداد دلبر کی
سبا داخندۂ دندان نما ہو صبح محشر کی

رگ لیلی کو خاک دشت مجنوں ریشگی بخشے
اگر بودے بجائے دانہ دہقان نوک نشتر کی

پر پروانہ شاید بادبان کشتی مے تھا
ہوئی مجلس کی گرمی سے روانی دور ساغر کی

کروں بیداد ذوق پرفشانی عرض کیا قدرت
کہ طاقت اڑ گئی اڑنے سے پہلے میرے شہپر کی

۱۶۰

کہاں تک روؤں اسکے خیمہ کے پیچھے قیامت ہے
مری قسمت میں یارب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی

بے اعتدالیوں سے سبک سب میں ہم ہوئے
جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے

پنہاں تھا دام سخت قریب آشیانہ کے
اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے
یاں تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے

سختی کشان عشق کی پوچھے ہے کیا خبر
وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوئے

تیری وفا سے کیا ہو تلافی کہ دہر میں
تیرے سوا بھی ہم پہ بہت سے ستم ہوئے

لکھتے رہے جنوں کی حکایات خونچکاں
ہر چند اسمیں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

اللہ رے تیری تندی خو جسکے بیم سے
اجزائے نالہ دل میں مرے رزق ہم ہوئے

اہل ہوس کی فتح ہے ترک نبرد عشق
جو پاؤں اٹھ گئے وہی انکے علم ہوئے

ناے عدم میں چند ہمارے سپرد تھے
جو آن نہ کھچ سکے سو وہ یاں آکے دم ہوئے

۱۶۱

چھوڑی اسد نہ ہمنے گدائی میں دل لگی
سائل ہوئے تو عاشق اہل کرم ہوئے

جز قیس اور آفت عقل و ہوس کی کرے شعلہ پاسبانی
کوئی دوسرا نہ سمجھا اس دشت گرد کی نادانی

مجھے اس سے کیا توقع بزمانہ زندگانی
تو فسردگی نہاں ہے بہ کمین بیزبانی

کبھی کوہکن میں جسنے نہ سنی مری کہانی
کبھی کوہکن میں جسنے نہ سنی مری کہانی

کی ہمنفسون نے اثر گریہ مین تقریر
اچھے رہے آپ اُس سے مگر مجکو ڈبو آئے

اُس انجمن ناز کی کیا بات ہی غالب
ہم بھی گئے واں اور تری تقدیر کو رو آئے

۱۵۷

پھر کچھ اک دل کو بیقراری ہی
سینہ جویاے زخم کاری ہی

پھر جگر کھودنے لگا ناخن
آمد فصل لالہ کاری ہی

قبلۂ مقصد نگاہ نیاز
پھر وہی پردۂ عماری ہی

چشم دلال جنس رسوائی
دل خریدار ذوق خواری ہی

وہی صد رنگ نالہ فرسائی
وہی صد گونہ اشکباری ہی

دل ہوائے خرام ناز سے پھر
محشرستان بیقراری ہی

جلوہ پھر عرض ناز کرتا ہی
روز بازار جانسپاری ہی

پھر اُسی بیوفا پہ مرتے ہین
پھر وہی زندگی ہماری ہی

قطعہ

پھر کھلا ہی در عدالت ناز
گرم بازار فوجداری ہی

ہو رہا ہی جہان مین اندھیر
زلف کی پھر سرشتہ داری ہی

پھر دیا پارۂ جگر نے سوال
ایک فریاد آہ و زاری ہی

پھر ہوئے ہین گواہ عشق طلب
اشکباری کا حکم جاری ہی

دل و مژگان کا جو مقدمہ تھا
آج پھر اُسکی روبکاری ہی

بیخودی بے سبب نہین غالب
کچھ تو ہی جسکی پردہ داری ہی

۱۵۸

جنون تہمت کش تسکین نہو گر شادمانی کی
نمک پاش خراش دل ہی لذت زندگانی کی

کشاکش ہاے ہستی سے کرے کیا سعی آزادی
ہوئی زنجیر موج آب کو فرصت روانی کی

۱۵۵

کعبہ کس منہ سے جاؤگے غالب
شرم تمکو مگر نہین آتی

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہی
آخر اس درد کی دوا کیا ہی

ہم ہین مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہی

مین بھی منہ مین زبان رکھتا ہون
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہی

جبکہ تجھ بن نہین کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہی

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہین
غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہی

شکنِ زلفِ عنبرین کیون ہی
نگہِ چشمِ سرمہ سا کیا ہی

سبزہ و گل کہان سے آئے ہین
ابر کیا چیز ہی ہوا کیا ہی

ہمکو اُنسے وفا کی ہی امید
جو نہین جانتے وفا کیا ہی

ہان بھلا کر ترا بھلا ہوگا
اور درویش کی صدا کیا ہی

جان تُمپر نثار کرتا ہون
مین نہین جانتا دعا کیا ہی

۱۵۶

مین نے مانا کہ کچھ نہین غالب
مُفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہی

کہتے تو ہو تم سب کہ بُتِ غالیہ مو آئے
یک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے

ہون کشمکشِ نزع مین ہان جذبِ محبت
کچھ کہہ نہ سکون پر وہ مرے پوچھنے کو آئے

ہی صاعقہ و شعلہ و سیماب کا عالم
آنا ہی سمجھ مین مری آتا نہین گو آئے

ظاہر ہی کہ گھبرا کے نہ بھاگینگے نکیرین
ہان منہ سے مگر بادۂ دوشینہ کی بو آئے

جلّاد سے ڈرتے ہین نہ واعظ سے جھگڑتے
ہم سمجھے ہوئے ہین اُسے جس بھیس مین جو آئے

ہان اہلِ طلب کون سُنے طعنۂ نایافت
دیکھا کہ وہ ملتا نہین اپنے ہی کو کھو آئے

اپنا نہین وہ شیوہ کہ آرام سے بیٹھین
اُس در پہ نہین بار تو کعبہ ہی کو ہو آئے

تجھسے تو کچھ کلام نہین لیکن اے ندیم
میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

تمکو بھی ہم دکھائین کہ مجنون نے کیا کیا
فرصت کشاکش غم پنہان سے گر ملے

لازم نہین کہ خضر کی ہم پیروی کرین
جانا کہ اک بزرگ ہمین ہمسفر ملے

اے ساکنان کوچۂ دلدار دیکھنا
تمکو کہین جو غالب آشفتہ سر ملے

۱۵۳

کوئی دن گر زندگانی اور ہی
اپنے جی مین ہمنے ٹھانی اور ہی

آتش دوزخ مین یہ گرمی کہان
سوز غمہاے نہانی اور ہی

بارہا دیکھی ہین اُنکی رنجشین
پر کچھ اب کی سرگرانی اور ہی

دیکے خط منھ دیکھتا ہی نامہ بر
کچھ تو پیغام زبانی اور ہی

قاطع اعمار ہین اکثر نجوم
وہ بلاے آسمانی اور ہی

ہو چکین غالب بلائین سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہی

۱۵۴

کوئی امید بر نہین آتی
کوئی صورت نظر نہین آتی

موت کا ایک دن معین ہی
نیند کیون رات بھر نہین آتی

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہین آتی

جانتا ہون ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت اِدھر نہین آتی

ہی کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون
ورنہ کیا بات کر نہین آتی

کیون نہ چیخون کہ یاد کرتے ہین
میری آواز گر نہین آتی

داغ دل گر نظر نہین آتا
بو بھی اے چارہ گر نہین آتی

ہم وہان ہین جہان سے ہمکو بھی
کچھ ہماری خبر نہین آتی

مرتے ہین آرزو مین مرنے کی
موت آتی ہی پر نہین آتی

۱۵۱ سادگی پر اُسکے مرجانے کی حسرت دل مین ہی
بس نہین چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل مین ہی

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُسنے کہا
مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہی

گرچہ ہی کس کس بُرائی سے ولے باین ہمہ
ذکر میرا مجھسے بہتر ہی کہ اُس محفل مین ہی

بس ہجوم نا امیدی خاک مین ملجائیگی
یہ جو اک لذت ہماری سعی بیحاصل مین ہی

رنج رہ کیون کھینچیے واماندگی کو عشق ہی
اُٹھ نہین سکتا ہمارا جو قدم منزل مین ہی

جلوہ زار آتش دوزخ ہمارا دل سہی
فتنۂ شور قیامت کسکی آب و گل مین ہی

۱۵۳ ہی دل شوریدۂ غالب طلسم پیچ و تاب
رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل مین ہی

دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی
دونون کو اک ادا مین رضامند کر گئی

شق ہو گیا ہی سینہ خوشا لذت فراق
تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیان کہان
اُٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

اُڑتی پھرے ہی خاک مری کوے یار مین
بارے اب اے ہوا ہوس بال و پر گئی

دیکھو تو دلفریبی انداز نقش پا
موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروے شیوۂ اہل نظر گئی

نظارہ نے بھی کام کیا واان نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی

فردا و دی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا
کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گذر گئی

۱۵۴ مارا زمانہ نے اسدالله خان تمھین
وہ ولولے کہان وہ جوانی کدھر گئی

تسکین کو ہم نہ روئین جو ذوق نظر ملے
حوران خلد مین تری صورت مگر ملے

اپنی گلی مین مجکو نکر دفن بعد قتل
میرے پتے سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے

ساقی گری کی شرم کر آج ورنہ ہم
ہر شب پیا ہی کرتے مین مے جسقدر ملے

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے
مین اُسے دیکھون بھلا کب مجھسے دیکھا جائے ہے

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشہ مین ہے
آبگینہ تندیِ صہبا سے پگھلا جائے ہے

غیر کو یارب وہ کیونکر منعِ گستاخی کرے
گر حیا بھی اُسکو آتی ہے تو شرما جائے ہے

شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے
دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے

دُور چشمِ بدتری بزمِ طرب سے واہ واہ
نغمہ ہو جاتا ہے واں گر نالہ میرا جائے ہے

گرچہ ہے طرزِ تغافل پردہ دارِ رازِ عشق
پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہین کہ وہ پا جائے ہے

اُسکی بزم آرائیان سُنکر دلِ رنجور یان
مثلِ نقشِ مدعائے غیر بیٹھا جائے ہے

ہو کے عاشق وہ پری رُخ اور نازک بنگیا
رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اُڑتا جائے ہے

نقش کو اُسکے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہین
کھینچتا ہے جسقدر اُتنا ہی کھنچتا جائے ہے

سایہ میرا مجھسے مثلِ دُود بھاگے ہے اسد
پاس مجھ آتش بجان کے کس سے ٹھہرا جائے ہے

گرمیِ فریاد رکھا شکلِ نہالی نے مجھے
تب امانِ ہجر مین دی بردِ لیالی نے مجھے

نسیہ و نقدِ دو عالم کی حقیقت معلوم
لے لیا مجھسے مری ہمتِ عالی نے مجھے

کثرت آرائیِ وحدت ہے پرستاریِ وہم
کر دیا کافر ان اصنامِ خیالی نے مجھے

ہوسِ گل کا تصور مین بھی کھٹکا نہ رہا
عجب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے

کارگاہِ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے
برقِ خرمنِ راحتِ خونِ گرمِ دہقان ہے

غنچۂ ناشگفتہ نہا برگِ عافیت معلوم
باوجود دلجمعی خوابِ گل پریشان ہے

ہمسے رنجِ بیتابی کسطرح اُٹھایا جائے
داغِ پشتِ دستِ عجز شعلۂ خس بدندان ہے

آگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب
ہم بیابان مین ہین گھر مین بہار آئی ہے

۱۴۵ کھلتا کسی پہ کیون مرے دل کا معاملہ
شعرون کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب

۱۴۶ ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

اُس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے

دل ہی تو ہی سیاستِ درباں سے ڈر گیا
مین اور جاؤن در سے ترے بن صدا کیے

رکھتا پھرون ہون خرقہ و سجادہ رہن مے
مدت ہوئی ہی دعوتِ آب و ہوا کیے

بے صرفہ ہی گذرتی ہی ہو گرچہ عمرِ خضر
حضرت بھی کل کہینگے کہ ہم کیا کیا کیے

مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہاے گرانمایہ کیا کیے

کس روز تہمتین نہ ترا شا کیے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو
دینے لگا ہی بوسہ بغیر التجا کیے

ضد کی ہی اور بات مگر خو بری نہین
بھولے سے اُسنے سیکڑون وعدے وفا کیے

غالب تمہین کہو کہ ملیگا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے

رفتارِ عمر قطعِ رہِ اضطراب ہی
اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہی

بنیادِ عیش و سرو و نشاطِ بہار مے
بالِ تدرو و جلوۂ موجِ شراب ہی

زخمی ہوا ہی پاشنۂ پاے ثبات کا
تو بھاگنے کی گون نہ اقامت کی تاب ہی

جادادِ بادہ نوشی رندان ہی شش جہت
غافل گمان کرے ہی کہ گیتی خراب ہی

نظارہ کیا حریف ہو اُس برقِ حسن کا
جوشِ بہار جلوہ کو جسکی نقاب ہی

مین نامراد دل کی تسلی کو کیا کرون
مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہی

گذرا اسدؔ مسرتِ پیغامِ یار سے
قاصد پہ مجکو رشکِ سوال و جواب ہی

۱۴۲

دل لگی کی آرزو بے چین رکھتی ہی ہمین
ورنہ یان بیر و تقی سود چراغ کشتہ ہی

چشم خوبان خامشی مین بھی نوا پرداز ہی
سرمہ تو کہوے کہ دود شعلۂ آواز ہی
پیکر عشاق سازِ طالع ناساز ہی
نالہ گویا گردش سیارہ کی آواز ہی

۱۴۳

دستگاہ دیدۂ خونبار مجنون دیکھنا
یک بیابان جلوۂ گل فرش پا انداز ہی

عشق مجکو نہین وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی
قطع کیجے نہ تعلق ہمسے
کچھ نہین ہی تو عداوت ہی سہی
میرے ہونے مین ہی کیا رسوائی
ای وہ مجلس نہین خلوت ہی سہی
ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنے
غیر کو تجھسے محبت ہی سہی
اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو
آگہی گر نہین غفلت ہی سہی
عمر ہر چند کہ ہی برق خرام
دل کے خون کرنے کی فرصت ہی سہی
ہم کوئی ترک وفا کرتے ہین
نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی
کچھ تو دے ای فلک ناانصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی خو ڈالینگے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

۱۴۴

یار سے چھیڑ چلی جاے اسد
گر نہین وصل تو حسرت ہی سہی

ہی آرمیدگی مین نکوہش بجا مجھے
صبح وطن ہی خندۂ دندان نما مجھے
ڈھونڈھے ہی اس مغنی آتش نفس کو جی
جسکی صدا ہو جلوۂ برق فنا مجھے
مستانہ طے کرون ہون رہ وادی خیال
تا باز گشت سے نہ رہے مدعا مجھے
کرتا ہی بسکہ باغ مین تو بے حجابیان
آنے لگی ہی نکہت گل سے حیا مجھے

وحشت پہ میری عرصۂ آفاق تنگ تھا
دریا زمین کو عرقِ انفعال ہی

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسدؔ
۱۳۵ عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہی

تم اپنے شکوہ کی باتین نہ کھود کھود کے پوچھو
حذر کرو مرے دل سے کہ اسمین آگ دبی ہی

دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہی کہ آخر
۱۳۶ نہ گریۂ سحری ہی نہ آہِ نیم شبی ہی

ایک جا حرفِ وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا
ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہی

جی جلے ذوقِ فنا کی ناتمامی پر نہ کیون
ہم نہین جلتے نفس ہر چند آتشبار ہی

آگ سے پانی مین بجھتے وقت اٹھتی ہی صدا
ہر کوئی درماندگی مین نالہ سے ناچار ہی

ہی وہی بدمستی ہر ذرّہ کا خود عذر خواہ
جسکے جلوے سے زمین تا آسمان سرشار ہی

مجھسے مت کہہ تو ہمین کہتا تھا اپنی زندگی
زندگی سے بھی مرا جی اِن دنون بیزار ہی

آنکھ کی تصویر سر نامہ پہ کھینچی ہی کہ تا
۱۳۷ تجھ پہ کھل جاوے کہ اسکو حسرتِ دیدار ہی

پینس مین گذرتے ہین جو کوچے سے وہ میرے
۱۳۸ کندھا بھی کہارون کو بدلنے نہین دیتے

مری ہستی فضائے حیرت آباد تمنا ہی
جسے کہتے ہین نالہ وہ اسی عالم کا عنقا ہی

خزان کیا فصلِ گل کہتے ہین کسکو کوئی موسم ہو
وہی ہم ہین قفس ہی اور ماتم بال و پر کا ہی

وفاے دلبران ہی اتفاقی ورنہ اے ہمدم
اثر فریاد دلہاے حزین کا کسنے دیکھا ہی

نہ لائی شوخی اندیشہ تابِ رنج نومیدی
۱۳۹ کفِ افسوس ملنا عہدِ تجدیدِ تمنا ہی

رحم کر ظالم کہ کیا بودِ چراغِ کشتہ ہی
نبضِ بیمارِ وفا دودِ چراغِ کشتہ ہی

زہر لگتی ہی مجھے آب و ہوائے زندگی
یعنی تجھسے تھی اسے ناسازگاری ہائے ہائے

گلفشانیہائے ناز جلوہ کو کیا ہو گیا
خاک پر ہوتی ہی تیری لالہ کاری ہائے ہائے

شرم رسوائی سے جا چھپنا نقاب خاک مین
ختم ہی الفت کی تجھپر پردہ داری ہائے ہائے

خاک مین ناموس پیمان محبت ملگئی
اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسم یاری ہائے ہائے

ہاتھ ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا
دل پہ اک لگنے نہ پایا زخم کاری ہائے ہائے

کس طرح کاٹے کوئی شبہائے تار برشگال
ہی نظر خو کردۂ اختر شماری ہائے ہائے

گوش مہجور پیام و چشم محروم جمال
ایک دل تسپر یہ نا امیدواری ہائے ہائے

عشق نے پکڑا نہ تھا غالب ابھی وحشت کا رنگ
رہ گیا تھا دل مین جو کچھ ذوق خواری ہائے ہائے

سر گشتگی مین عالم ہستی سے یاس ہی
تسکین کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہی

لیتا نہین مرے دل آوارہ کی خبر
اب تک وہ جانتا ہی کہ میرے ہی پاس ہی

کیجے بیان سرور تپ غم کہان تلک
ہر مو مرے بدن پہ زبان سپاس ہی

ہی وہ غرور حسن سے بیگانہ وفا
ہر چند اسکے پاس دل حق شناس ہی

پی جسقدر ملے شب مہتاب مین شراب
اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہی

ہر اک مکان کو ہی مکین سے شرف اسد
مجنون جو مر گیا ہی تو جنگل اداس ہی

گر خامشی سے فائدہ اخفاے حال ہی
خوش ہون کہ میری بات سمجھنی محال ہی

کسکو سناؤن حسرت اظہار کا گلہ
دل فرد جمع و خرج زبانہاے لال ہی

کس پردہ مین ہی آئنہ پرداز ای خدا
رحمت کہ عذر خواہ لب بے سوال ہی

ہی ہی خدا نخواستہ وہ اور دشمنی
ای شوق منفعل یہ تجھے کیا خیال ہی

مشکین لباس کعبہ علی کے قدم سے جان
ناف زمین ہی نہ کہ ناف غزال ہی

اُنھیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا
اُٹھے تھے سیرِ گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی

ہماری سادگی تھی التفاتِ ناز پر مرنا
ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی

لکد کوبِ حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی
مری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی

کہوں کیا خوبیٔ اوضاعِ ابنائے زمان غالب
بدی کی اُسنے جس سے ہمنے کی تھی بارہا نیکی

۱۳۰

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھا اے آرزو خرامی
دل جوشِ گریہ میں ہے ڈوبی ہوئی اسامی

۱۳۱

اُس شمع کی طرح سے جسکو کوئی بجھا دے
میں بھی جلے ہوؤں میں ہوں داغِ ناتمامی

کیا تنگ ہم ستمزدگاں کا جہان ہے
جسمیں کہ ایک بیضۂ مور آسمان ہے

ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے
پرتو سے آفتاب کے ذرّے میں جان ہے

حال آنکہ ہے یہ سیلیِ خارا سے لالہ رنگ
غافل کو میرے شیشے پہ مے کا گمان ہے

کی اُسنے گرم سینۂ اہلِ ہوس میں جا
آوے نہ کیوں پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے

کیا خوب تمنے غیر کو بوسہ نہیں دیا
بس چپ رہو ہمارے بھی مُنھ میں زبان ہے

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوارِ یار میں
فرمان روائے کشورِ ہندوستان ہے

ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا
کس سے کہوں کہ داغِ جگر کا نشان ہے

۱۳۲

ہے بارے اعتمادِ وفاداری اسقدر
غالب ہم اسمیں خوش ہیں کہ نامہربان ہے

دردسے میرے ہے تجکو بیقراری ہائے ہائے
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے

تیرے دل میں گر نہ تھا آشوبِ غم کا حوصلہ
تو نے پھر کیوں کی تھی میری غمگساری ہائے ہائے

کیوں مری غمخوارگی کا تجکو آیا تھا خیال
دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہائے ہائے

عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا
عمر کو بھی تو نہیں ہے پائداری ہائے ہائے

۱۲۵ بساطِ عجز مین تھا ایک دل یکقطرہ خون وہ بھی
سو رہتا ہی بانداز چکیدن سرنگون وہ بھی

رہے اُس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے
تکلف برطرف تھا ایک اندازِ جنون وہ بھی

خیالِ مرگ کب تسکین دلِ آزردہ کو بخشے
مرے دامِ تمنا مین ہی اک صیدِ زبون وہ بھی

نکرتا کاش نالہ مجکو کیا معلوم تھا ہمدم
کہ ہوگا باعثِ افزایشِ دردِ دروں وہ بھی

نہ اتنا بُرّشِ تیغِ جفا پر ناز فرماؤ
مرے دریاے بیتابی مین ہی اک موجِ خوں وہ بھی

ہی عشرت کی خواہش ساقیِ گردون سے کیا کیجے
لیے بیٹھا ہی اک دو چار جامِ وارگون وہ بھی

۱۲۶ مرے دل مین ہی غالب شوقِ وصل و شکوۂ ہجران
خدا وہ دن کرے جو اُس سے مین یہ بھی کہون وہ بھی

ہی نرم بتان مین سخن آزردہ لبون سے
تنگ آئے ہین ہم ایسے خوشامد طلبون سے

ہی دورِ قدح وجہ پریشانیِ صہبا
یکبار لگا دو خُم می میرے لبون سے

رندانِ درِ میکدہ گستاخ ہین زاہد
زنہار نہو ناطرف ان بے ادبون سے

۱۲۷ بیداد و وفا دیکھ کہ جاتی رہی آخر
ہر چند مری جان کو تھا ربط لبون سے

تا مجھکو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا
سُن لیتے ہین گو ذکر ہمارا نہین کرتے

۱۲۸ غالب ترا احوال سُنا دینگے ہم اُنکو
وہ سُنکے بُلا لین یہ اجارا نہین کرتے

گھر مین تھا کیا کہ ترا غم اُسے غارت کرتا
۱۲۹ وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہی

غمِ دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اُٹھانے کی
فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

کھلیگا کس طرح مضمون مرے مکتوب کا یارب
قسم کھائی ہی اُس کافر نے کاغذ کے جلانے کی

لپٹنا پرنیان مین شعلۂ آتش کا آسان ہی
ولے مشکل ہی حکمت دل مین سوزِ غم چھپانے کی

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہو تیمار دار — اور اگر مر جایئے تو نوحہ خوان کوئی نہو

## باب ۱۲۱ ردیف ہوز

۱۲۱ — از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہی آئنہ — طوطی کو شش جہت سے مقابل ہی آئنہ

۱۲۲ — ہی بسکہ زار ہر در و دیوار غمکدہ — جسکی بہار یہ ہو پھر اُسکی خزان نہو جیہ
ناچار بیکسی کی بھی حسرت اُٹھایئے — دشواری رہ و ستم ہمرہان نہو جیہ

## باب ۱۲۳ الف

۱۲۳ — صد جلوہ روبرو ہی جو مژگان اُٹھایئے — طاقت کہان کہ دیدۂ حیران اُٹھایئے
ہی سنگ پر براتِ معاشِ جنونِ عشق — یعنی ہنوز منتِ طفلان اُٹھایئے
دیوار بارِ منتِ مزدور سے ہی خم — اے خانماں خراب نہ احسان اُٹھایئے

۱۲۴ — یا میرے زخمِ رشک کو رسوا نہ کیجیے — یا پردۂ تبسمِ پنہان اُٹھایئے

۱۲۵ — مسجد کے زیرِ سایہ خرابات چاہیے — بھون پاس آنکھ قبلۂ حاجات چاہیے
عاشق ہوے ہین آپ بھی اک شخص اور پر — آخر ستم کی کچھ بھی مکافات چاہیے
دے داد اے فلک دلِ حسرت پرست کی — ہان کچھ کجھ تلافیِ مافات چاہیے
سیکھے ہین مہ رخون کے لیے ہم مصوری — تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے
مے سے غرض نشاط ہی کس روسیاہ کو — اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے
ہی رنگ لالہ و گل و نسرین جدا جدا — ہر رنگ مین بہار کا اثبات چاہیے
سر پاے خم پہ چاہیے ہنگامِ بیخودی — رو سوے قبلہ وقتِ مناجات چاہیے
یعنی بحسبِ گردشِ پیمانۂ صفات — عارف ہمیشہ مستیِ ذات چاہیے

نشو و نماہی اصل سے غالب فروع کو — خاموشی ہی سے نکلی ہی جو بات چاہیے

اُلجھتے ہو تُم اگر دیکھتے ہو آئینہ
جسے نصیب ہو روزِ سیاہ میرا سا

ہمین سپھر اُسنے اسید اور اُنھین ہماری قدر
غلط نہ تھا ہمین خط پر گمان تسلی کا

بتاؤ اُس مژہ کو دیکھکر کہ مجکو قرار
یہ نیش ہو رگِ جان مین فرو تو کیونکر ہو

جو تمسے شہر مین ہون ایک دو تو کیونکر ہو
وہ شخص دن نکہے رات کو تو کیونکر ہو

ہماری بات ہی پُوچھین نہ وہ تو کیونکر ہو
دمانے دیدۂ دیدار جو تو کیونکر ہو

یہ نیش ہو رگِ جان مین فرو تو کیونکر ہو

مجھے جنون نہین غالب ولے بقول حضور
فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو

۱۱۹

کسیکو دیکے دل کوئی نوا سنجِ فغان کیون ہو
نہو جب دل ہی سینہ مین تو پھر مُنہ مین زبان کیون ہو

وہ اپنی خو نچھوڑینگے ہم اپنی وضع کیون چھوڑین
سبک سر بنکے کیا پُوچھین کہ ہمسے سرگران کیون ہو

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا رازدان کیون ہو

وفا کیسی کہان کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگِ آستان کیون ہو

قفس مین مجھسے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

یہ کہسکتے ہو ہم دل مین نہین ہین پر یہ بتلاؤ
کہ جب دل مین تمھین تم ہو تو آنکھون سے نہان کیون ہو

غلط ہے جذبِ دل کا شکوہ دیکھو جرم کسکا ہے
نہ کھینچو گر تم اپنے کو کشاکش درمیان کیون ہو

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوے تم دوست جسکے دشمن اُسکا آسمان کیون ہو

یہی ہے آزمانا تو ستانا کسکو کہتے ہین
عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

کہا تم نے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی
بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنون سے تو غالب
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھپر مہربان کیون ہو

۱۲۰

رہیے اب ایسی جگہ چلکر جہان کوئی نہو
ہم سخن کوئی نہو اور ہمزبان کوئی نہو

بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے
کوئی ہمسایہ نہو اور پاسبان کوئی نہو

جانکر کیجے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو
یہ نگاہِ غلط انداز تو سم ہی ہمکو

رشک ہمطرحی و درد اثرِ بانگ حزین
نالۂ مُرغِ سحر تیغ دودم ہی ہمکو

سر اوڑانے کے جو وعدہ کو مکرر چاہا
ہنسکے بولے کہ ترے سر کی قسم ہی ہمکو

دل کے خون کرنے کی کیا وجہ ولیکن ناچار
پاسِ بے رونقیِ دیدۂ اہم ہی ہمکو

تُم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو
ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہی ہمکو

لکھنؤ آنے کا باعث نہین کھلتا یعنی
ہوسِ سیر و تماشا سو وہ کم ہی ہمکو

مقطع سلسلۂ شوق نہین ہی یہ شہر
عزمِ سیرِ نجف و طوفِ حرم ہی ہمکو

لیے جاتی ہی کہین ایک توقع غالب
جادۂ رہ کششِ کافِ کرم ہی ہمکو

تُم جانو تمکو غیر سے جو رسم و راہ ہو
مجکو بھی پُوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

بچتے نہین مواخذۂ روزِ حشر سے
قاتل اگر رقیب ہی تو تُم گواہ ہو

کیا وہ بھی بے گنہ کش و حق ناشناس ہین
مانا کہ تُم بشر نہین خورشید و ماہ ہو

اُبھرا ہوا نقاب مین ہی اُنکے ایک تار
مرتا ہون مین کہ یہ نہ کسیکی نگاہ ہو

جب میکدہ چھُٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید
مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ ترا جلوہ گاہ ہو

غالب بھی گر نہو تو کچھ ایسا ضرر نہین
دُنیا ہو یارب اور مرا بادشاہ ہو

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو
کہے سے کچھ نہوا پھر کہو تو کیونکر ہو

ہمارے ذہن مین اس فکر کا ہی نام وصال
کہ گر نہو تو کہان جائین ہو تو کیونکر ہو

ادب ہی اور یہی کشمکش تو کیا کیجے
حیا ہی اور یہی گو مگو تو کیونکر ہو

تُمھین کہو کہ گذارا صنم پرستون کا
بتون کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو

وفاداری بشرطِ استواری اصلِ ایماں ہی
مرے بتخانہ مین تو کعبہ مین گاڑو برہمن کو

شہادت تھی مری قسمت مین جو دی تھی یہ خو مجھکو
جہاں تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو

نہ لیٹا دن کو تو کب رات کو روتے تھے تکیہ پر
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہون رہزن کو

سخن کیا کہ نہین سکتے کہ جویان ہین جواہر کے
جگر کیا ہم نہین رکھتے کہ کھودین جا کے معدن کو

۱۱۴
مرے شاہِ سلیمان جاہ سے نسبت نہین غالب
فریدون و جم و کیخسرو و دارا و بہمن کو

دھوتا ہون جب مین پینے کو اس سیمتن کے پانو
رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانو

دی سادگی سے جان پڑون کوہکن کے پانو
ہیہات کیون نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پانو

بھاگے تھے ہم بہت سو اسی کی سزا ہے یہ
ہو کر اسیر دابتے ہین راہزن کے پانو

مرہم کی جستجو مین پھرا ہون جو دور دور
تن سے سوا فگار ہین اس خستہ تن کے پانو

اللہ رے ذوقِ دشت نوردی کہ بعدِ مرگ
ہلتے ہین خود بخود مرے اندر کفن کے پانو

ہے جوشِ گل بہار مین یان تک کہ ہر طرف
اڑتے ہوے الجھتے ہین مرغِ چمن کے پانو

شبنم بگل کسی کے خواب مین آیا نہو کہین
دکھتے ہین آج اس بتِ نازک بدن کے پانو

۱۱۵
غالب مرے کلام مین کیونکر مزا نہ ہو
پیتا ہون دھو کے خسرو شیرین سخن کے پانو

وان اسکو ہول دل ہے تو یان مین ہون شرمسار
یعنی یہ میری آہ کی تاثیر سے نہو

۱۱۶
اپنے کو دیکھتا نہین ذوقِ ستم کو دیکھ
آئینہ تاکہ دیدۂ نخچیر سے نہو

وان پہونچکر کہ جو غش آتا پیہم ہی ہمکو
صد رہ آہنگِ زمین بوس قدم ہی ہمکو

دل کو مین اور مجھے دل محوِ وفا رکھتا ہے
کسقدر ذوق گرفتاری ہم ہی ہمکو

ضعف سے نقشِ پا مور ہے طوقِ گردن
تیرے کوچے سے کہان طاقتِ رم ہی ہمکو

ہون منحرف نہ کیون رہ و رسم ثواب سے
بڑھا لگا ہی قط قلم سرنوشت کو

غالب کچھ اپنی سعی سے کھلتا نہین مجھے
۱۱۱ھ
خسر سن جلے اگر نہ ملخ کھائے کشت کو

وارستہ اس سے ہین کہ محبت ہی کیون نہو
کیجے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیون نہو

چھوڑا نہ مجھ مین ضعف نے رنگ اختلاط کا
ہی دل پہ بار نقش محبت ہی کیون نہو

ہی مجکو تجھسے تذکرہ غیر کا گلہ
ہر چند بر سبیل شکایت ہی کیون نہو

پیدا ہوئی ہی کہتے ہین ہر درد کی دوا
یون ہو تو چارہ غم الفت ہی کیون نہو

ڈالا نہ بیکسی نے کسی سے معاملہ
اپنے سے کھینچتا ہون خجالت ہی کیون نہو

ہی آدمی بجاے خود اک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہو

ہنگامہ زبونی ہمت ہی انفعال
حاصل نہ کیجے دہر سے عبرت ہی کیون نہو

وارستگی بہانہ بیگانگی نہین
اپنے سے کر نہ غیر سے وحشت ہی کیون نہو

مٹتا ہی فرصت ہستی کا غم کوئی
عمر غرز صرف عبادت ہی کیون نہو

اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہین اسد
۱۱۲ھ
اسمین ہمارے سر پہ قیامت ہی کیون نہو

قفس مین ہون اگر اچھا بھی نجا مین مرے رنگ کو
مرا ہونا برا کیا ہی نوا سنجان گلشن کو

نہین گر ہمدمی آسان نہو یہ رشک کیا کم ہی
نہ دی ہوتی خدایا آرزوے دوست دشمن کو

نہ نکلا آنکھ سے تیرے اک آنسو اس جراحت پر
کیا سینہ مین جسنے خونچکان مژگان سوزن کو

خدا شرماے ہاتھون کو کہ رکھتے ہین کشاکش مین
کبھی میرے گریبان کو کبھی جانان کے دامن کو

ابھی ہم قتل گہ کا دیکھنا آسان سمجھتے ہین
نہین دیکھا شناور جوے خون مین تیرے توسن کو

ہوا چرچا جو میرے پانون کی زنجیر بننے کا
کیا بیتاب کان مین جنبش جوہر نے آہن کو

خوشی کیا کیمت پر میرے اگر سو بار ابر آوے
سمجھتا ہون کہ ڈھونڈے ہی ابھی سے برق خرمن کو

ہان وہ نہین خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جسکو ہو دین و دل عزیز اُسکی گلی مین جائے کیون

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہین
روئیے زار زار کیا کیجیے ہائے ہائے کیون

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یون
بوسہ کو پوچھتا ہون مین منہ سے مجھے بتا کہ یون

پرسش طرز دلبری کیجیے کیا کہ بن کہے
اُسکے ہر اک اشارہ سے نکلے ہی یہ ادا کہ یون

رات کے وقت مے پیے ساتھ رقیب کو لیے
آئے وہ یان خدا کرے پر نکرے خدا کہ یون

غیر سے رات کیا بنی یہ جو کہا تو دیکھیے
سامنے آن بیٹھنا اور یہ دیکھنا کہ یون

بزم مین اُسکے روبرو کیون نہ خموش بیٹھیے
اُسکی تو خامشی بھی ہی یہی مدعا کہ یون

مین نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
مُسکے ستم ظریف نے مجھکو اُٹھا دیا کہ یون

مجھسے کہا جو یار نے جاتے ہین ہوش کسطرح
دیکھ کے میری بیخودی چلنے لگی ہوا کہ یون

کب مجھے کوئے یار مین رہنے کی وضع یاد تھی
آئنہ دار بنگئی حیرت نقش پا کہ یون

گر تیرے دل مین ہو خیال وصل مین شوق کا زوال
موج محیط آب مین مارے ہی دست و پا کہ یون

جویے لبے کہ ریختہ کیون کہ ہو رشک فارسی
گفتۂ غالب ایکبار پڑھ کے اُسے سنا کہ یون

## باب الواو

حسد سے دل اگر افسردہ ہی گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

بقدر حسرت دل چاہیے ذوق معاصی بھی
بھرون یک گوشۂ دامن گر آب ہفت دریا ہو

اگر وہ سرو قد گرم خرام ناز آجاوے
کف ہر خاک گلشن شکل قمری نالہ فرسا ہو

کعبہ مین جا رہا تو نہ دو طعنہ کیا کہین
بھولا ہون حق صحبت اہل کنشت کو

طاعت مین تا رہے نہ مے و انگبین کی لاگ
دوزخ مین ڈال دو کوئی لیکر بہشت کو

نکوہش روا ہے بے ربطی شورِ جنون آئی
ہوا ہی خندۂ احباب بخیۂ جیب و دامن ہین

ہوے اُس مہر وش کے جلوۂ تمثال کے آگے
پراگندان جوہر آئینے مین مثل ذرّہ روزن مین

نجانون نیک ہون یا بد ہون پر صحبت مخالف ہی
جو گل ہون تو ہون گلخن مین جو خس ہون تو ہون گلشن مین

ہزارون دل دیے جوشِ جنونِ عشق نے مجھکو
سیہ ہو کر سویدا ہو گیا ہر قطرۂ خون تن مین

۱۰۷ ہ

اسدؔ زندانیِ تاثیر الفتہاے خوبان ہون
خم دستِ نوازش ہو گیا ہی طوق گردن مین

مرے جہان کے اپنی نظر مین خاک نہین
سوائے خونِ جگر سو جگر مین خاک نہین

مگر غبار ہوے پر ہوا اوڑا لیجاے
وگرنہ تاب و تواں بال و پر مین خاک نہین

یہ کس بہشت شمائل کی آمد آمد ہی
کہ غیر جلوۂ گل رہگذر مین خاک نہین

بھلا اُسے نہ سہی کچھ مجھی کو رحم آتا
اثر مرے نفسِ بے اثر مین خاک نہین

خیالِ جلوۂ گل سے خراب ہین سیکش
شرابخانے کے دیوار و در مین خاک نہین

ہوا ہون عشق کی غارتگری سے شرمندہ
سوائے حسرتِ تعمیر گھر مین خاک نہین

۱۰۸ ہ

ہمارے شعر ہین اب صرف دلگی کے اسدؔ
کھلا کہ فائدہ عرضِ ہنر مین خاک نہین

دل ہی تو ہی نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آے کیون
روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستاے کیون

دیر نہین حرم نہین در نہین آستان نہین
بیٹھے ہین رہگذر پہ ہم غیر ہمین اُٹھاے کیون

جب وہ جمالِ دل فروز صورتِ مہر نیمروز
آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے مین منہ چھپاے کیون

دشنۂ غمزہ جانستان ناوک ناز بے پناہ
تیرا ہی عکس رُخ سہی سامنے تیر آے کیون

قیدِ حیات و بندِ غم اصل مین دونون ایک ہین
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پاے کیون

حُسن اور اُسپہ حُسن ظن رہگئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہی غیر کو آزماے کیون

واں وہ غرور عز و ناز یان یہ حجاب پاس وضع
راہ مین ہم ملین کہان بزم مین وہ بلاے کیون

واں گیا بھی مین تو اُنکی گالیون کا کیا جواب
یاد تھین جتنی دعائین صرف درباں ہوگئین

جانفزا ہی بادہ جسکے ہاتھ مین جام آگیا
سب لکیرین ہاتھ کی گویا رگ جاں ہوگئین

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہی ترک رسوم
ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہوگئین

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہی رنج
مشکلین مجھپر پڑین اتنی کہ آسان ہوگئین

یون ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہان
دیکھنا ان بستیون کو تم کہ ویران ہوگئین

۱۵

دیوانگی سے دوش پہ زنار بھی نہین
یعنی ہمارے جیب مین اک تار بھی نہین

دل کو نیاز حسرت دیدار کر چکے
دیکھا تو ہم مین طاقت دیدار بھی نہین

ملنا ترا اگر نہین آسان تو سہل ہی
دشوار تو یہی ہی کہ دشوار بھی نہین

بے عشق عمر کٹ نہین سکتی ہی اور یان
طاقت بقدر لذت دیدار بھی نہین

شوریدگی کے ہاتھ سے ہی سر وبال دوش
صحرا مین اے خدا کوئی دیوار بھی نہین

گنجایش عداوت اغیار یک طرف
یان دل مین ضعف سے ہوس یار بھی نہین

ڈر نالہاے زار سے میرے خدا کو مان
آخر تو اے مرغ گرفتار بھی نہین

دل مین ہی یار کے صفت غمزگان سے رو کشی
حالانکہ طاقت خلش خار بھی نہین

اس سادگی پہ کون نہ مر جاے اے خدا
لڑتے ہین اور ہاتھ مین تلوار بھی نہین

دیکھا اسد کو خلوت و جلوت مین بارہا
دیوانہ گر نہین ہی تو ہشیار بھی نہین

۱۶

نہین ہی زخم کوئی بخیہ کے درخور مرے تن مین
ہوا ہی تار اشک یاس رشتہ چشم سوزن مین

ہوئی ہی مانع ذوق تماشا خانہ ویرانی
کف سیلاب باقی ہی برنگ پنبہ روزن مین

دو عالم خانہ بیداد کا شہرا ہی مرگان تر
بیان کس سے ہو ظلمت گستری ہاے چراغان کی

شب سے ہو جو کمبخت نہ بیدار رہے صبح

زمانہ سخت کم آزار ہی بجان اسد
وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہین

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہین ہون مین
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہین ہون مین

کیون گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہون پیالہ و ساغر نہین ہون مین

یارب زمانہ مجکو مٹاتا ہی کس لیے
لوح جہان پہ حرف مکرر نہین ہون مین

حد چاہیے سزا مین عقوبت کے واسطے
آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین

کس واسطے عزیز نہین جانتے مجھے
لعل و زمرد و زر و گوہر نہین ہون مین

رکھتے ہو تم قدم مری آنکھون سے کیون دریغ
رتبے مین مہر و ماہ سے کمتر نہین ہون مین

کرتے ہو مجکو منع قدمبوس کے لیے
کیا آسمان کے بھی برابر نہین ہون مین

غالب وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہین ہون مین

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین
خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین

یاد تھین ہمکو بھی رنگا رنگ بزم آرائیان
لیکن اب نقش و نگار طاق نسیان ہوگئین

تھین بنات النعش گردون کو کہ پردے مین نہان
شب کو انکے جی مین کیا آئی کہ عریان ہوگئین

قید مین یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر
لیکن آنکھین روزن دیوار زندان ہوگئین

سب رقیبون سے ہون ناخوش پر زنان سے خوش
ہی زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعان ہوگئین

جو ئے خون آنکھون سے بہنے دو کہ ہی شام فراق
مین یہ سمجھونگا کہ شمعین دو فروزان ہوگئین

ان پری زادون سے لینگے خلد مین ہم انتقام
قدرت حق سے یہی حورین اگر واں ہوگئین

نیند اسکی ہی دماغ اسکا ہی راتین اسکی ہین
تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہوگئین

مین چمن مین کیا گیا گویا دبستان کھل گیا
بلبلین سنکر مرے نالے غزلخوان ہوگئین

وہ نگاہین کیون ہوئی جاتی ہین یارب دل کے پار
جو مری کوتاہی قسمت سے مژگان ہوگئین

بسکہ روکا مین نے اور سینہ مین ابھرین پے بپے
میری آہین بخیہ چاک گریبان ہوگئین

یہ ہم جو ہجر مین دیوار و در کو دیکھتے ہین
کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہین

وہ آئے گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہی
کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

نظر لگے نہ کہین اُسکے دست و بازو کو
یہ لوگ کیون مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

ترے جواہر طرفِ کلہ کو کیا دیکھین
ہم اوجِ طالعِ لعل و گہر کو دیکھتے ہین

نہین کہ مجکو قیامت کا اعتقاد نہین
شبِ فراق سے روزِ جزا زیاد نہین

کوئی کہے کہ شبِ مہ مین کیا برائی ہی
بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہین

جو آؤن سامنے اُنکے تو مرحبا نہ کہین
جو جاؤن واں سے کہین کو تو خیر باد نہین

کبھی جو یاد بھی آتا ہون مین تو کہتے ہین
کہ آج بزم مین کچھ فتنہ و فساد نہین

علاوہ عید کے ملتی ہی اور دن بھی شراب
گدائے کوچۂ میخانہ نامراد نہین

جہان مین ہو غم و شادی بہم ہمین کیا کام
دیا ہی ہمکو خدا نے وہ دل کہ شاد نہین

ہم اُنکے وعدے کا ذکر اُنسے کیون کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہین کہ یاد نہین

تیرے توسن کو صبا باندھتے ہین
ہم بھی مضمون کی ہوا باندھتے ہین

آہ کا کسنے اثر دیکھا ہی
ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہین

تری سرعت کے مقابل اے عمر
برق کو پا بہ حنا باندھتے ہین

قیدِ ہستی سے رہائی معلوم
اشک کو بے سر و پا باندھتے ہین

نشۂ رنگ سے ہی واشدِ گل
مست کب بندِ قبا باندھتے ہین

غلطیہائے مضامین مت پوچھ
لوگ نالے کو رسا باندھتے ہین

اہلِ تدبیر کی واماندگیان
آبلون پر بھی حنا باندھتے ہین

سادہ پرکار ہین خوبان غالب
ہمسے پیمانِ وفا باندھتے ہین

۵۹۶ نالہ جز حسن طلب اے ستم ایجاد نہین — ہی تقاضاے جفا شکوہ بیداد نہین
عشق و مزدوری عشرتکدہ خسرو کیا خوب — ہمکو تسلیم نکونامی فرہاد نہین
کم نہین وہ بھی خرابی مین پہ وسعت معلوم — دشت مین ہی مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہین
اہل بینش کو ہی طوفان حوادث مکتب — لطمۂ موج کم از سیلی اُستاد نہین
واے محرومی تسلیم و بداحال وفا — جانتا ہی کہ ہمین طاقت فریاد نہین
رنگ تمکین گل و لالہ پریشان کیون ہی — گر چراغان سر رہگذر باد نہین
سبد گل کے تلے بند کرے ہی گلچین — مژدہ اے مرغ کہ گلزار مین صیاد نہین
نفی سے کرتی ہی اثبات تراوش گویا — دی ہی جاے دہن اُسکو دم ایجاد نہین
کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت — یہی نقشہ ہی ولے اسقدر آباد نہین

۵۹۷ کرتے کس مُنھ سے ہو غربت کی شکایت غالب — تمکو بے مہری یاران وطن یاد نہین

دولون جہان دے کے وہ سمجھے یہ خوش رہا — یان آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین
تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے — تیرا پتا نہ پائین تو ناچار کیا کرین

۵۹۹ کیا شمع کے نہین ہین ہواخواہ اہل بزم — ہو غم ہی جانگداز تو غمخوار کیا کرین

ہو گئی ہی غیر کی شیریں بیانی کارگر — عشق کا اُسکو گمان ہم بے زبانون پر نہین
قیامت ہی کہ سُن لیلی کا دشت قیس مین آنا — تعجب سے وہ بولا یون بھی ہوتا ہی زمانے مین

۶۰۰ دل نازک پہ اُسکے رحم آتا ہی مجھے غالب — نکر سرگرم اُس کافر کو اُلفت آزمانے مین

دل لگا کر لگ گیا اُنکو بھی تنہا بیٹھنا — بارے اپنی بیکسی کی ہمنے پائی داد یان
ہین زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام — مہر گردون ہی چراغ رہگذار بادیان

۹۴

حیران ہون دل کو روؤن کہ پیٹون جگر کو مین
مقدور ہو تو ساتھ رکھون نوحہ گر کو مین

چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لون
ہر اک سے پوچھتا ہون کہ جاؤن کدھر کو مین

جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار
اے کاش جانتا نہ تری رہگذر کو مین

ہے کیا جو کس کے باندھیے میری بلا ڈرے
کیا جانتا نہین ہون تمھاری کمر کو مین

لو وہ بھی کہتے ہین کہ یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو مین

چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہین ہون ابھی راہبر کو مین

خواہش کو احمقون نے پرستش دیا قرار
کیا پوجتا ہون اُس بتِ بیداد گر کو مین

پھر بیخودی مین بھول گیا راہ کوئے یار
جاتا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کو مین

اپنے پہ کر رہا ہون قیاس اہل دہر کا
سمجھا ہون دلپذیر متاعِ ہنر کو مین

غالب خدا کرے کہ سوارِ سمندِ ناز
دیکھون علی عبادر عالی گہر کو مین

۹۵

ذکر میرا بہ بدی بھی اُسے منظور نہین
غیر کی بات بگڑ جائے تو کچھ دور نہین

وعدہ سیر گلستان ہے خوشا طالع شوق
مژدۂ قتل مقدر ہے جو مذکور نہین

شاہدِ ہستیِ مطلق کی کمر ہے عالم
لوگ کہتے ہین کہ ہے پر ہمین منظور نہین

قطرہ اپنا بھی حقیقت مین ہے دریا لیکن
ہمکو تقلیدِ تنک ظرفیِ منصور نہین

حسرت اے ذوقِ خرابی کہ وہ طاقت نہ رہی
عشقِ پُرعربدہ کی گو تنِ رنجور نہین

مین جو کہتا ہون کہ ہم لینگے قیامت مین تمھیں
کس رعونت سے وہ کہتے ہین کہ ہم حور نہین

ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو
تو تغافل مین کسی رنگ سے معذور نہین

صاف دُردی کشِ پیمانۂ جم ہین ہم لوگ
وائے وہ بادہ کہ افشردۂ انگور نہین

ہون ظہوری کے مقابل مین خفا غالب
میرے دعوی پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہین

مجھ تک کب اُنکی بزم مین آیا تھا دورِ جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب مین

جو مُنکرِ وفا ہو فریب اُسپہ کیا چلے
کیون ہو گمان ہون دوست سے دشمن کے باب مین

مین مضطرب ہون وصل مین خوفِ رقیب سے
ڈالا ہی تمکو وہم نے کس پیچ و تاب مین

مین اور حظِ وصلِ خدا ساز بات ہی
جان نذر دینی بھول گیا اضطراب مین

تیوری چڑھی ہوئی ہی جو اندر نقاب کے
ہی اک شکن پڑی ہوئی طرفِ نقاب مین

لاکھون لگاؤ ایک چُرانا نگاہ کا
لاکھون بناؤ ایک بگڑنا عتاب مین

وہ نالہ دل مین خس کے برابر جگہ نہ پائے
جس نالہ سے شگاف پڑے آفتاب مین

وہ سحر مدعا طلبی مین نہ کام آئے
جس سحر سے سفینہ رواں ہو سراب مین

غالب چھٹی شراب پہ اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہون روز ابر و شبِ ماہتاب مین

۴۳

کل کے لیے کر آج نہ خست شراب مین
یہ سوئے ظن ہی ساقیِ کوثر کے باب مین

ہین آج کیون ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیِ فرشتہ ہماری جناب مین

جان کیون نکلنے لگتی ہی تن سے دمِ سماع
گر وہ صدا سمائی ہی چنگ و رباب مین

رَو مین ہی رخشِ عمر کہان دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہی نہ پا ہی رکاب مین

اُتنا ہی مجکو اپنی حقیقت سے بعد ہی
جتنا کہ وہم غیر سے ہون پیچ و تاب مین

اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہی
حیران ہون پھر مشاہدہ ہی کس حساب مین

ہی شکل نمودِ صور پر وجودِ بحر
ان کیا دھرا ہی قطرہ و موج و حباب مین

شرم اک ادائے ناز ہی اپنے ہی سے سہی
ہین کتنے بےحجاب کہ ہین یون حجاب مین

آرائشِ جمال سے فارغ نہین ہنوز
پیشِ نظر ہی آئنہ دائم نقاب مین

ہی غیب غیب جسکو سمجھتے ہین ہم شہود
ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین

غالب ندیم دوست سے آتی ہی بوئے دوست
مشغولِ حق ہون بندگیِ بوتراب مین

۸۹ برشکالِ گریۂ عاشق ہی دیکھا چاہیے
کھل گئی مانندِ گل سو جا سے دیوارِ چمن

الفتِ گل سے غلط ہی دعویِ وارستگی
۹۰ سرو ہی باوصفِ آزادی گرفتارِ چمن

عشق تاثیر سے نومید نہیں
جانسپاری شجرِ بید نہیں

سلطنت دست بدست آئی ہی
جامِ مے خاتمِ جمشید نہیں

ہی تجلی تری سامانِ وجود
ذرّہ بے پرتوِ خورشید نہیں

رازِ معشوق نہ رسوا ہو جائے
ورنہ مر جانے میں کچھ بھید نہیں

گردشِ رنگِ طرب سے ڈر ہی
غمِ محرومیِ جاوید نہیں

کہتے ہین جیتے ہین امید پہ لوگ
۹۱ ہمکو جینے کی بھی امید نہیں

جہان تیرِ الفتِ قدم دیکھتے ہین
خیابان خیابان ارم دیکھتے ہین

دلِ آشفتگان خالِ کنجِ دہن کے
سویدا مین سیرِ عدم دیکھتے ہین

ترے سروِ قامت سے اک قدِ آدم
قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہین

تماشا کہ اے محوِ آئینہ داری
تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہین

سراغِ نفِ نالۂ داغِ دل سے
کہ شبرو کا نقشِ قدم دیکھتے ہین

بنا کر فقیرون کا ہم بھیس غالب
۹۲ تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہین

ملتی ہی خوے یار سے نار التہاب مین
کافر ہون گر نہ ملتی ہو راحت عذاب مین

کب سے ہون کیا بتاؤن جہانِ خراب مین
شبہائے ہجر کو بھی رکھون گر حساب مین

تا پھر نہ انتظار مین نیند آئے عمر بھر
آنیکا عہد کر گئے آئے جو خواب مین

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھون
مین جانتا ہون جو وہ لکھینگے جواب مین

بوسہ نہین نہ دیجیے دشنام ہی سہی
آخر زبان تو رکھتے ہو تم گر دہان نہین

ہر چند جانگدازیِ قہر و عتاب ہی
ہر چند پشت گرمیِ تاب و توان نہین

جان مطرب ترانۂ ہل من مزید ہی
لب پردہ سنج زمزمۂ الامان نہین

خنجر سے چیر سینہ اگر دل نہو دو نیم
دل مین چھری چبھو مژہ گر خونچکان نہین

ہی تنگ سینہ دل اگر آتشکدہ نہو
ہی عار دل نفس اگر آذر فشان نہین

نقصان نہین جنون مین بلا سے ہو گھر خراب
سو گز زمین کے بدلے بیابان گران نہین

کہتے ہو کیا لکھا ہی تری سرنوشت مین
گویا جبین پہ سجدۂ بت کا نشان نہین

پاتا ہون اُس سے داد کچھ اپنے کلام کی
روح القدس اگرچہ مرا ہمزبان نہین

جان ہی بہاے بوسہ و لے کیون کہے اجی
غالب کو جانتا ہی کہ وہ نیمجان نہین

۵۸

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہین
ایک چکر ہی مرے پانون مین زنجیر نہین

شوق اُس دشت مین دوڑاتا ہی مجکو کہ جہان
جادہ غیر از نگہ دیدۂ تصویر نہین

حسرت لذت آزار رہی جاتی ہی
جادۂ راہ وفا جز دم شمشیر نہین

رنج نومیدیِ جاوید گوارا رہو
خوش ہون گر نالہ زبونی کش تاثیر نہین

مر گیا ہی جہان زخم سر اچھا ہو جاے
لذت سنگ باندازۂ تقریر نہین

جب کرم رخصت بیباکی و گستاخی دے
کوئی تقصیر بجز خجلت تقصیر نہین

غالب اپنا یہ عقیدہ ہی بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہی جو معتقد میر نہین

۵۹

## مطلع

ست مردمک دیدہ مین سمجھو یہ نگاہین
ہین جمع سویدا ے دل چشم مین آہین

ہو فشارِ ضعف مین کیا، ناتوانی کی نمود
قد کے جھکنے کی بھی اسمین شائبش مرے تن مین نہین

۸۳
تھی وطن مین شان کیا غالب کہ ہو غربت مین قدر
بے تکلف ہون وہ شہرت خس کہ گلخن مین نہین

عہدے سے مدحِ ناز کے باہر نہ آسکا
گر اک ادا ہو تو اُسے اپنی قضا کہون
حلقے ہین چشمہاے کشادہ بسوے دل
ہر تارِ زلف کو نگہِ سرمہ سا کہون
مین اور صد ہزار نوائے جگر خراش
تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہون

۸۴
ظالم مرے گمان سے مجھے منفعل نہ چاہ
ہی ہی خدا نکردہ تجھے بے وفا کہون

مہربان ہو کے بُلا لو مجھے چاہو جس وقت
مین گیا وقت نہین ہون کہ پھر آ بھی نہ سکون
ضعف مین طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہے
بات کچھ سر تو نہین ہے کہ اُٹھا بھی نہ سکون

۸۵
زہر ملتا ہی نہین مجکو ستمگر ورنہ
کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکون

ہمسے کھلجاؤ بوقتِ مے پرستی ایک دن
ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذر مستی ایک دن
غُنچۂ آسا دلِ تنگ بنائے عالمِ امکان نہو
اس بلندی کے نصیبون مین ہی پستی ایک دن
گر خوشی کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہان
رنگ لاویگی ہماری فاقہ مستی ایک دن
نغمہاے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائیگا یہ سازِ ہستی ایک دن

۸۶
دھول دھپا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہین
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیشدستی ایک دن

ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گمان نہین
اک چھیڑ ہی وگرنہ مُرادِ امتحان نہین
کس منھ سے شکر کیجیے اس لطفِ خاص کا
پرسش ہی اور بائے سخن درمیان نہین
ہمکو ستم عزیز ستمگر کو ہم عزیز
نا مہربان نہین ہی اگر مہربان نہین

۸۱

مضمحل ہوگئے قویٰ غالب
وہ عناصر مین اعتدال کہان

کی وفا ہمسے تو غیر اسکو جفا کہتے ہین
ہوتی آئی ہی کہ اچھون کو برا کہتے ہین

آج ہم اپنی پریشانیِ خاطر اُنسے
کہنے جاتے تو ہین پر دیکھیے کیا کہتے ہین

اگلے وقتون کے ہین یہ لوگ انھین کچھ نہ کہو
جو می و نغمہ کو اندوہ رُبا کہتے ہین

دلمین آجائے ہی ہوتی ہی جو فرصت غشسے
اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہین

ہی پری سر حدِ ادراک سے اپنا سجود
قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہین

پاے افگار پہ جبسے تجھے رحم آیا ہی
خارِ رہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہین

اک شرر دل مین ہی اُس سے کوئی گھبرائیگا کیا
آگ مطلوب ہی ہمکو جو ہوا کہتے ہین

دیکھیے لاتی ہی اُس شوخ کی نخوت کیا رنگ
اُسکی ہر بات پہ ہم نام خدا کہتے ہین

۸۲

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید
مر گیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہین

آبرو کیا خاک اُس گل کی کہ گلشن مین نہین
ہی گریبان ننگ پیراہن جو دامن مین نہین

ضعف سے اے گریہ کچھ باقی مرے تن مین نہین
رنگ ہو کر اُڑ گیا جو خون کہ دامن مین نہین

ہوگئے ہین جمع اجزاے نگاہِ آفتاب
ذرے اُسکے گھر کے دیوارون کے روزن مین نہین

کیا کہون تاریکی زندانِ غم اندھیر ہی
پنبہ نورِ صبح سے کم جسکے روزن مین نہین

رونقِ ہستی ہی عشقِ خانہ ویران ساز سے
انجمن بے شمع ہی گر برق خرمن مین نہین

زخم سلوانے سے مجھپر چارہ جوئی کا ہی طعن
غیر سمجھا ہی کہ لذت زخمِ سوزن مین نہین

بسکہ ہم ہین اک بہار ناز کے مارے ہوے
جلوۂ گل کے سوا گرد اپنے مدفن مین نہین

قطرہ قطرہ اک ہیولی ہی نئے ناسور کا
خون بھی ذوقِ تپِ درد سے فارغ مرے تن مین نہین

لیگئی ساقی کی نخوت قلزم آشامی مری
موج مے کی آج رگ مینا کی گردن مین نہین

۵۶ غم نہین ہوتا ہی آزاد و زکوبیش از یک نفس
برق سے کرتے ہین روشن شمع ماتم خانہ ہم

محفلین برہم کرے ہی گنجفہ باز خیال
ہین ورق گردانی نیرنگ یک بتخانہ ہم

باوجود یک جہان ہنگامہ پیدائی نہین
ہین چراغان شبستان دل پروانہ ہم

ضعف سے ہی ذوق قناعت سے یہ ترک جست و جو
ہین وبال تکیہ گاہ ہمت مردانہ ہم

۵۷ دائم الحبس اسمین ہین لاکھون تمنائین اسد
جانتے ہین سینۂ پرخون کو زندان خانہ ہم

۵۸ بنالہ حاصل دلبستگی فراہم کر
متاع خانۂ زنجیر جز صدا معلوم

۵۹ مجکو دیار غیر مین مارا وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

وہ حلقہ ہاے زلف کمین مین ہین اے خدا
رکھ لیجو میرے دعوی وارستگی کی شرم

## باب النون

۶۰ لون وام بخت خفتہ سے یک خواب خوش ولے
غالب یہ خوف ہی کہ کہان سے ادا کرون

وہ فراق اور وہ وصال کہان
وہ شب و روز و ماہ و سال کہان

فرصت کار و بار شوق کسے
ذوق نظارۂ جمال کہان

دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا
شور سودای خط و خال کہان

تھی وہ اک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائی خیال کہان

ایسا آسان نہین لہو رونا
دلمین طاقت جگر مین حال کہان

ہمسے چھوٹا قمار خانۂ عشق
واان جو جاوین گرہ مین مال کہان

فکر دنیا مین سر کھپاتا ہون
مین کہان اور یہ وبال کہان

ہمنے مانا کہ تغافل نکروگے لیکن
خاک ہو جائینگے ہم تمکو خبر ہوتے تک

پرتوِ خور سے ہی شبنم کو فنا کی تعلیم
مین بھی ہون ایک عنایت کی نظر ہوتے تک

یک نظر بیش نہین فرصتِ ہستی غافل
گرمیِ بزم ہی اک رقصِ شرر ہوتے تک

غمِ ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ مین جلتی ہی سحر ہوتے تک

## باب کاف فارسی

۷۴

گر تجکو ہی یقین اجابت دعا نہ مانگ
یعنی بغیر یک دلِ بے مدعا نہ مانگ

آتا ہی داغِ حسرتِ دل کا شمار یاد
مجھسے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

## باب اللام

۷۵

ہی کسقدر ہلاکِ فریبِ وفاے گل
بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہاے گل

آزادیِ نسیمِ مبارک کہ ہر طرف
ٹوٹے پڑے ہین حلقۂ دامِ ہواے گل

جو تھا سو موجِ رنگ کے دھوکے مین مر گیا
اے وایے نالۂ لبِ خونین نواے گل

خوشحال اُس حریفِ سیہ مست کا کہ جو
رکھتا ہو مثلِ سایۂ گل سر بپاے گل

ایجاد کرتی ہی اسے تیرے لیے بہار
میرا رقیب ہی نفسِ عطر سایے گل

شرمندہ رکھتے ہین مجھے بادِ بہار سے
میناے بے شرابِ دلِ بے ہواے گل

سطوت سے تیرے جلوۂ حسنِ غیور کی
خون ہی مری نگاہ مین رنگِ ادایے گل

تیرے ہی جلوہ کا ہی یہ دھوکا کہ آجتک
بے اختیار دوڑے ہی گل در قفایے گل

غالب مجھے ہی اُس سے ہم آغوشی آرزو
جنکا خیال ہی گلِ جیبِ قباے گل

## باب المیم

ترے خیال سے روح احتراز کرتی ہی
جلوہ ریزی بادوبہ پرفشانی شمع

تشاطِ داغِ غمِ عشق کی بہار نہ پوچھ
شگفتگی ہی شہیدِ گلِ خزانی شمع

جلی ہی دیکھکے بالینِ یار پر مجکو
نہ کیون ہو دل پہ مرے داغ بدگمانی شمع

## باب الفاء

۱۷۵

ہیم رقیب سے نہین کرتے وداع ہوش
مجبوریان تمکہ ہوے ای اختیار حیف

ملتا ہی دل کہ کیون نہ ہم اکبار جل گئے
ای ناتمامی نفسِ شعلہ بار حیف

## باب کاف تازی

۱۷۶

زخم پر چھڑکین کہان طفلان بے پروا نمک
کیا مزہ ہوتا اگر پتھر مین بھی ہوتا نمک

گر وفورِ یار ہی سامانِ نازِ زخمِ دل
ورنہ ہوتا ہی جہان مین کسقدر پیدا نمک

مجکو ارزانی رہی تجکو مبارک ہو جیو
نالۂ بلبل کا درد اور خندۂ گل کا نمک

شورِ جولان تھا کنارِ بحر پر کسکا کہ آج
گرد ساحل ہی بزخمِ موجۂ دریا نمک

داد دیتا ہی مرے زخمِ جگر کی واہ واہ
یاد کرتا ہی مجھے دیکھے ہی وہ جسجا نمک

چھوڑ کر جانا تنِ مجروح عاشق حیف ہی
دل طلب کرتا ہی زخم اور مانگے ہین اعضا نمک

غیر کی منت نہ کھینچونگا پی توقیعِ درد
زخم شکلِ خندۂ قاتل ہی سرتاپا نمک

۱۷۷

یاد ہین غالب تجھے وہ دن کہ وجد و ذوق مین
زخم سے گرتا تو مین پلکون سے چنتا تھا نمک

۱۷۸

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہوتے تک
کون جیتا ہی تری زلف کے سر ہوتے تک

دام ہر موج مین ہی حلقۂ صد کامِ نہنگ
دیکھین کیا گذرے ہی قطرہ پہ گہر ہوتے تک

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب
دل کا کیا رنگ کرون خونِ جگر ہوتے تک

## ۶۷ باب سین مہملہ

مژدہ اے ذوق اسیری کہ نظر آتا ہی — دام خالی قفسِ مُرغِ گرفتار کے پاس
جگرِ تشنۂ آزار تسلّی نہ ہوا — جوے خون ہمنے بہائی بُنِ ہر خار کے پاس
مُند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہے ہے — خوب وقت آئے تم اس عاشقِ بیمار کے پاس
مین بھی رُک رُک کے نہ مرتا جو زبان کے بدلے — دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غمخوار کے پاس
دہنِ شیر مین جا بیٹھیے لیکن اے دل — نہ کھڑے ہوجیے خوبان دل آزار کے پاس
دیکھکر تجکو چمن بسکہ نمو کرتا ہی — خود بخود پہونچے ہی گل گوشۂ دستار کے پاس

مرگیا پھوڑکے سر غالب وحشی ہی ہی
بیٹھنا اُسکا وہ آکر تری دیوار کے پاس

## ۶۸ باب شین معجمہ

نہ لیوے گر خسِ جوہر طراوت سبزۂ خط سے — لگاوے خانۂ آئینہ مین روے نگار آتش
فروغِ حُسن سے ہوتی ہی حلِ مشکلِ عاشق — نہ نکلے شمع کے پاسے نکالے گر نہ خار آتش

## ۶۹ باب عین مہملہ

۷۰ جادۂ رہ خور کو وقتِ شام ہی تارِ شعاع
چرخ وا کرتا ہی ماہِ نو سے آغوشِ وداع

رُخِ نگار سے ہی سوزِ جاودانی شمع — ہوئی ہی آتشِ گُل آبِ زندگانی شمع
زبانِ اہلِ زبان مین ہی مرگ خاموشی — یہ بات بزم مین روشن ہوئی زبانی شمع
کرے ہی صرف بامیاے شعلہ قصہ تمام — بطرزِ اہلِ فنا ہی فسانہ خوانی شمع
غم اسکو حسرتِ پروانہ کا ہی اے شعلہ — ترے لرزنے سے ظاہر ہی ناتوانی شمع

۶۴ حریفِ مطلبِ مشکل نہین فسونِ نیاز
دعا قبول ہو یارب کہ عمرِ خضر دراز

نہو بہ ہرزہ بیابان نوردیِ ہم وجود
ہنوز تیرے تصور مین ہین شبِ دراز

وصالِ جلوہ تماشا ہی پردہ دار کہان
کہ دیجے آئنۂ انتظار کو پرواز

ہر ایک ذرۂ عاشق ہی آفتاب پرست
گئی نہ خاک ہوے پر ہوائے جلوۂ ناز

نپوچھ وسعتِ میخانۂ جنون غالب
جہان یہ کاسۂ گردون ہی ایک خاک انداز

۶۵ وسعتِ سعیِ کرم دیکھ کہ سر تا سرِ خاک
گذرے ہی آبلہ پا ابرِ گہر بار ہنوز

یک قلم کاغذِ آتش زدہ ہی صفحۂ دشت
نقشِ پا مین ہی تپِ گرمیِ رفتار ہنوز

کیونکر اُس بُت سے رکھون جانِ عزیز
کیا نہین ہی مجھے ایمان عزیز

دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے
ہی ترے تیر کا پیکان عزیز

تاب لاتے ہی بنیگی غالب
واقعہ سخت ہی اور جان عزیز

۶۶ نہ گلِ نغمہ ہون نہ پردۂ ساز
مین ہون اپنی شکست کی آواز

تو اور آرایشِ خمِ کاکل
مین اور اندیشہ ہاے دور دراز

لاف تمکین فریبِ سادہ دلی
ہم ہین اور رازہاے سینہ گداز

ہون گرفتارِ الفتِ صیاد
ورنہ باقی ہی طاقتِ پرواز

وہ بھی دن ہو کہ اُس ستمگر سے
ناز کھینچون بجاے حسرتِ ناز

نہین دل مین مرے وہ قطرۂ خون
جس سے مژگان ہوئی نہ گلباز

ای ترا غمزہ یک قلم انگیز
ای ترا ظلم سر بسر انداز

تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو
ریزشِ سجدۂ جبین نیاز

مجکو پوچھا تو کچھ غضب نہوا
مین غریب اور تو غریب نواز

اسد اللہ خان تمام ہوا
ای دریغا وہ رندِ شاہد باز

برنگِ کاغذِ آتش زدہ نیرنگِ بیتابی
ہزار آئینہ دل باندھے ہی بالِ یک تپیدن پر

فلک سے ہمکو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہی
متاعِ بُردہ کو سمجھے ہوے ہین قرض رہزن پر

ہم اور وہ بے سبب رنج آشنا دشمن کہ رکھتا ہی
شعاعِ مہر سے تہمت نگہ کی چشمِ روزن پر

فنا کو سونپ گر مشتاق ہی اپنی حقیقت کا
فروغِ طالعِ خاشاک ہی موقوف گلخن پر

اسد بسمل ہی کس انداز کا قاتل سے کہتا ہی
کہ مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

ستمکش مصلحت سے ہون کہ خوباں تجھپہ عاشق ہین
تکلف برطرف ملجائیگا تجھسا رقیب آخر

۵۶۲

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور
تنہا گئے کیون اب رہو تنہا کوئی دن اور

مٹ جائیگا سر گر ترا پتھر نہ گھسیگا
ہون در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤن
مانا کہ ہمیشہ نہین اچھا کوئی دن اور

جاتے ہوے کہتے ہو قیامت کو ملینگے
کیا خوب قیامت کا ہی گویا کوئی دن اور

ہان اے فلکِ پیر جوان تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

تم ماہِ شبِ چار دہم تھے مرے گھر کے
پھر کیون نہ رہا گھر کا وہ نقشا کوئی دن اور

تم کون سے تھے ایسے کھرے داد و ستد کے
کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجھسے تمھین نفرت سہی نیر سے لڑائی
بچون کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

گذری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش
کرتا تھا جو ان مرگ گزارا کوئی دن اور

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیون جیتے ہین غالب
قسمت مین ہی مرنے کی تمنا کوئی دن اور

۵۶۳

## باب زاء معجمہ

فارغ مجھے نہ جان کہ مانندِ صبح و مہر
ہی داغِ عشق زینتِ جیبِ کفن ہنوز

ہی نازِ مفلسان زرِ از دست رفتہ پر
ہون گلفروشِ شوخیِ داغِ کہن ہنوز

میخانہ مجسگر مین یہان خاک بھی نہین
خمیازہ کھینچے ہی بتِ بیداد فن ہنوز

نہین اقلیم الفت مین کوئی طومار ناز ایسا
کہ پشت چشم سے جسکے نہووے مہر عنوان پر

مجھے اب دیکھکر ابر شفق آلودہ یاد آیا
کہ فرقت مین تری آتش برستی تھی گلستان پر

بجز پرواز شوق ناز کیا باقی رہا ہوگا
قیامت اک ہوا لے تہ ہی خاک شہیدان پر

نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہوا گر اُسنے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہی گریبان پر

۵۹

ہی بسکہ ہر اک اُنکے اشارے مین نشان اور
کرتے ہین محبت تو گذرتا ہی گمان اور

یارب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھینگے مری بات
دے اور دل اُنکو جو نہ دے مجھکو زبان اور

ابرو سے ہی کیا اُس نگہ ناز کو پیوند
ہی تیر مقرر مگر اسکی ہی کمان اور

تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم جب اُٹھینگے
لے آئینگے بازار سے جا کر دل و جان اور

ہر چند سبکدست ہوے بُت شکنی مین
ہم ہین تو ابھی راہ مین ہی سنگ گران اور

ہی خون جگر جوش مین دل کھول کے روتا
ہوتے جو کئی دیدۂ خونبار فشان اور

مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جاے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور

لوگون کو ہی خورشید جہانتاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہون مین اک داغ نہان اور

لیتا نہ اگر دل تمھین دیتا کوئی دم چین
کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغان اور

پاتے نہین جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے
رکتی ہی مری طبع تو ہوتی ہی رواں اور

ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے
کہتے ہین کہ غالب کا ہی انداز بیان اور

۶۰

عنقاے حیرت آئینہ ہی سامان زنگ آخر
تغیر آب برجا ماندہ کا پاتا ہی رنگ آخر

۶۱

نہ کی سامان عیش و جاہ نے تدبیر وحشت کی
ہوا جام زمرد بھی مجھے داغ پلنگ آخر

جنون کی دستگیری کس سے ہو گر ہو نہ عریانی
گریبان چاک کا حق ہو گیا ہی میری گردن پر

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہی بادہ و ساغر کہے بغیر

بہرا ہون مین تو چاہیے دونا ہو التفات
سنتا نہین ہون بات مکرر کہے بغیر

غالب نکر حضور مین تو یار بار عرض
ظاہر ہی تیرا حال سب اونپر کہے بغیر

۵۷

کیون جل گیا نہ تابِ رخِ یار دیکھکر
جلتا ہون اپنی طاقتِ دیدار دیکھکر

آتش پرست کہتے ہین اہلِ جہان مجھے
سرگرمِ نالہ ہاے شرر بار دیکھکر

کیا آبروے عشقِ جہان عام ہو جفا
رکتا ہون تمکو بے سبب آزار دیکھکر

آتا ہی میرے قتل کو پر جوش رشک سے
مرتا ہون اوسکے ہاتھ مین تلوار دیکھکر

ثابت ہوا ہی گردنِ مینا پہ خونِ خلق
لرزے ہی موجِ مے تری رفتار دیکھکر

واحسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ
ہمکو حریصِ لذتِ دیدار دیکھکر

بکتا تے ہین ہم آپ متاعِ سخن کے ساتھ
لیکن عیارِ طبعِ خریدار دیکھکر

زنار باندھ سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال
رہرو چلے ہی راہ کو ہموار دیکھکر

ان آبلون سے پاؤن کے گھبرا گیا تھا مین
جی خوش ہوا ہی راہ کو پر خار دیکھکر

کیا بدگمان ہی مجھسے کہ آئینہ مین مرے
طوطی کا عکس سمجھے ہی زنگار دیکھکر

گرنی تھی ہم پہ برقِ تجلی نہ طور پر
دیتے ہین بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھکر

سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا
یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھکر

۵۸

لرزتا ہی مرا دل زحمتِ مہر درخشان پر
مین ہون وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خارِ بیابان پر

چھوڑی حضرتِ یوسف نے یاں بھی خانہ آرائی
سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہی زندان پر

فنا تعلیمِ درسِ بیخودی ہون اوس زمانہ سے
کہ مجنون لام الف لکھتا تھا دیوارِ دبستان پر

فراغت کس قدر رہتی مجھے تشویشِ مرہم سے
بہم گر صلح کرتے پارہ ہاے دل نمکدان پر

غم سے مرتا ہون کہ اتنا نہین دنیا مین کوئی
کہ کرے تعزیت مہر و وفا میرے بعد
آئے ہی بیکسی عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر جائیگا سیلاب بلا میرے بعد

## باب راء مہملہ

۵۵

بلا سے ہین جو یہ پیش نظر در و دیوار
نگاہ و شوق کو ہین بال و پر در و دیوار
وفور اشک نے کاشانہ کا کیا یہ رنگ
کہ ہو گئے مرے دیوار و در در و دیوار
نہین ہی سایہ کہ سنکر نوید مقدم یار
گئے ہین چند قدم پیشتر در و دیوار
ہوئی ہی کسقدر ارزانی مئی جلوہ
کہ مست ہی ترے کوچے مین ہر در و دیوار
جو ہی تجھے سر سودائے انتظار تو آ
کہ ہین دکان متاع نظر در و دیوار
ہجوم گریہ کا سامان کب کیا مین نے
کہ گر پڑے نہ مرے پانون پر در و دیوار
وہ آرہا مرے ہمسایہ مین تو سانے ہین
ہوے فدا در و دیوار پر در و دیوار
نظر مین کھٹکے ہی بن تیرے گھر کی آبادی
ہمیشہ روتے ہین ہم دیکھکر در و دیوار
نہ پوچھ بیخودی عیش مقدم سیلاب
کہ ناچتے ہین پڑے سر بسر در و دیوار

نہ کہہ کسی سے کہ غالب نہین زمانہ مین
حریف راز محبت مگر در و دیوار

۵۶

گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر
جانیگا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر
کہتے ہین جب رہی نہ مجھے طاقت سخن
جانون کسی کے دل کی مین کیونکر کہے بغیر
کام اس سے آپڑا ہی کہ جسکا جہان مین
لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر
جی مین ہی کچھ نہین ہی ہمارے وگرنہ ہم
سر جائے یا رہے نہ رہین پر کہے بغیر
چھوڑونگا مین نہ اس بت کافر کا پوجنا
چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر
مقصد ہی ناز و غمزہ ولے گفتگو مین کام
چلتا نہین ہی دشنہ و خنجر کہے بغیر

اے عافیت کنارہ کر اے انتظام چل
سیلابِ گریہ درپیِ دیوار و در ہی آج

تو ہم مریضِ عشق کے بیمار دار ہین
اچھا اگر نہو تو مسیحا کا کیا علاج

## باب جیم فارسی

نفس نہ انجمنِ آرزو سے باہر کھینچ
اگر شراب نہین انتظارِ ساغر کھینچ

کمالِ گرمیِ سعیِ تلاش دید نہ پوچھ
برنگِ خار مرے آئنہ سے جوہر کھینچ

تجھے بہانۂ راحت ہی انتظار اے دل
کیا ہی کسنے اشارہ کہ تارِ بستر کھینچ

تری طرف ہی بہ حسرت نظارۂ نرگس
بکوری دل و چشمِ رقیب ساغر کھینچ

بہ نیم غمزہ ادا کر حقِ ودیعتِ ناز
بنامِ پردۂ زخمِ جگر سے خنجر کھینچ

مرے قدح مین ہی صہبائے آتشِ پنہان
بروے سفرہ کبابِ دلِ سمندر کھینچ

## باب دال مہملہ

حسنِ غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد
بارے آرام سے ہین اہلِ جفا میرے بعد

منصبِ شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا
ہوئی معزول اندازِ وادا میرے بعد

شمع بجھتی ہی تو اسمین سے دھواں اٹھتا ہی
شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

خون ہی دل خاک مین احوالِ بتان پر کیا غم
انکے ناخن ہوے محتاجِ حنا میرے بعد

در خورِ عرض نہین جوہرِ بیداد کو جا
نگہِ ناز ہی سرمے سے خفا میرے بعد

ہی جنون اہلِ جنون کے لیے آغوش وداع
چاک ہوتا ہی گریبان سے جدا میرے بعد

کون ہوتا ہی حریفِ مے مرد افگنِ عشق
ہی مکرر لبِ ساقی مین صلا میرے بعد

علی الرغم دشمن شہید وفا ہون
مبارک مبارک سلامت سلامت

نہین گر سر و برگ ادراک معنی
تماشاے نیرنگ صورت سلامت

۱۵۱
مُندگئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین غالب
یار لائے مرے بالین پہ اُسے پر کس وقت

آمد خط سے ہوا ہی سرد جو بازار دوست
دود شمع کشتہ تھا شاید خط رخسار دوست

اے دل ناعاقبت اندیش ضبط شوق کر
کون لاسکتا ہی تاب جلوۂ دیدار دوست

خانہ ویران سازی حیرت تماشا کیجیے
صورت نقش قدم ہون رفتۂ رفتار دوست

عشق مین بیداد رشک غیر نے مارا مجھے
کشتۂ دشمن ہون آخر گرچہ تھا بیمار دوست

چشم ما روشن کہ اُس بیدرد کا دل شاد ہی
دیدۂ پرخون ہمارا ساغر سرشار دوست

غیر یون کرتا ہی میری پرسش اُسکے ہجر مین
بے تکلف دوست ہو جیسے کوئی غمخوار دوست

تا کہ مین جانون کہ ہی اُسکی رسائی واں تلک
مجکو دیتا ہی پیام وعدۂ دیدار دوست

جبکہ مین کرتا ہون اپنا شکوۂ ضعف دماغ
سر کرے ہی وہ حدیث زلف عنبر بار دوست

چپکے چپکے مجکو روتے دیکھ پاتا ہی اگر
ہنسکے کرتا ہی بیان شوخی گفتار دوست

مہربانیہاے دشمن کی شکایت کیجیے
یا بیان کیجے سپاس لذت آزار دوست

یہ غزل اپنی مجھے جی سے پسند آتی ہی آپ
ہی ردیف شعر مین غالب زبس تکرار دوست

۱۵۲
## باب الجیم

گلشن مین بند و بست برنگ دگر ہی آج
قمری کا طوق حلقۂ بیرون در ہی آج

آتا ہی ایک پارۂ دل ہر فغان کے ساتھ
تار نفس کمند شکار اثر ہی آج

۴۸ پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب
دے بطِ مے کو دلِ دوست شنا موجِ شراب

پوچھ مت وجہ سیہ مستیِ اربابِ چمن
سایۂ تاک میں ہوتی ہے ہوا موجِ شراب

جو ہوا غرقۂ مے بختِ رسا رکھتا ہے
سر سے گذرے پہ بھی ہے بال ہما موجِ شراب

ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے اگر
موجِ ہستی کو کرے فیضِ ہوا موجِ شراب

چار موجِ اٹھتی ہے طوفانِ طرب ہے ہر سو
موجِ گل موجِ شفق موجِ صبا موجِ شراب

جسقدر روح نباتی ہے جگر تشنۂ ناز
دے ہے تسکین بدم آبِ بقا موجِ شراب

بسکہ دوڑی ہے رگِ تاک میں خوں ہو ہو کر
شہپرِ رنگ سے ہے بال کشا موجِ شراب

موجۂ گل سے چراغاں ہے گذرگاہِ خیال
ہے تصور میں زسیں جلوہ نما موجِ شراب

نشہ کے پردے میں ہے محوِ تماشائے دماغ
بسکہ رکھتی ہے سرِ نشو و نما موجِ شراب

ایک عالم پہ ہیں طوفانیِ کیفیتِ فصل
موجۂ سبزۂ نوخیز سے تا موجِ شراب

شرحِ ہنگامۂ ہستی ہے زہے موسمِ گل
رہبرِ قطرہ بدریا ہے خوشا موجِ شراب

ہوش اڑتے ہیں مرے جلوۂ گل دیکھ اسدؔ
پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب

## باب التاء

۴۹ افسوس کہ دنداں کا کیا رزق فلک نے
جن لوگوں کی تھی درخورِ عقد گہر انگشت

کافی ہے نشانی تری چھلّے کا نہ دینا
خالی مجھے دکھلا کے بوقتِ سفر انگشت

۵۰ لکھتا ہوں اسدؔ سوزشِ دل سے سخنِ گرم
تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پہ انگشت

۵۱ رہا گر کوئی تا قیامت سلامت
پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

جگر کو مرے عشقِ خوں نابہ مشرب
لکھے ہے خداوند نعمت سلامت

ہو لیے کیون نامہ بر کے ساتھ ساتھ
یارب اپنے خط کو ہم پہونچائین کیا

موج خون سر سے گذر ہی کیون نہ جائے
آستانِ یار سے اُٹھ جائین کیا

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ
مر گئے پر دیکھیے دکھلائین کیا

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہی
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

۴۶

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہین سکتی
چمن زنگار ہی آئینۂ بادِ بہاری کا

حریفِ جوششِ دریا نہین خود داریِ ساحل
جہان ساقی ہو تو باطل ہی دعویٰ ہوشیاری کا

۴۷

عشرتِ قطرہ ہی دریا مین فنا ہو جانا
درد کا حد سے گذرنا ہی دوا ہو جانا

تجھسے قسمت مین مری صورتِ قفلِ ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا

دل ہوا کشمکشِ چارۂ زحمت مین تمام
مٹ گیا گھسنے مین اس عقدہ کا وا ہو جانا

اب جفا سے بھی ہین محروم ہم اللہ اللہ
اسقدر دشمنِ ارباب وفا ہو جانا

ضعف سے گریہ مبدل بہ مزاجِ سردی ہوا
باور آیا ہمین پانی کا ہوا ہو جانا

دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال
ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

ہی مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا
روتے روتے غمِ فرقت مین فنا ہو جانا

گر نہین نکہتِ گل کو ترے کوچے کی ہوس
کیون ہی گردِ رہِ جولانِ صبا ہو جانا

تاکہ تجھپر کھلے اعجازِ ہوائے صیقل
دیکھ برسات مین سبز آئنہ کا ہو جانا

بخشے ہی جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب
چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہو جانا

## باب الباء

دکھاؤں پری وش کا اور پھر بیاں اپنا — بنگیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

مے وہ کیوں بہت پیتے بزم غیر میں یارب — آج ہی ہوا منظور اُنکو امتحان اپنا

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے — عرش سے اُدھر ہوتا کاش کے مکاں اپنا

دے وہ جسقدر ذلت ہم ہنسی میں ٹالینگے — بارے آشنا نکلا اُنکا پاسبان اپنا

درد دل لکھوں کبتک جاؤں اُنکو دکھلادوں — انگلیاں فگار اپنی خامہ خون چکاں اپنا

گھستے گھستے مٹجاتا آپنے عبث بدلا — ننگ سجدہ سے میرے سنگ آستاں اپنا

تاکرے نہ غمازی کرلیا ہے دشمن کو — دوست کی شکایت میں ہمنے ہمزباں اپنا

۴۳ہ

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں کیتا تھے
بے سبب ہوا غالب دشمن آسمان اپنا

سُرمۂ مُفت نظر ہوں مری قیمت یہ ہے — کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

۴۴ہ

رخصتِ نالہ مجھے دے کہ مبادا ظالم
تیرے چہرے سے ہو ظاہر غم پنہان میرا

غافل بوہم ناز خود آرا ہے ورنہ یاں — بے شانۂ صبا نہیں طرّہ گیاہ کا

بزم قدح سے عیش تمنا نہ رکھ کہ رنگ — صید زدام جستہ ہے اس دامگاہ کا

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے — شرمندگی ہے عذر نکرنا گناہ کا

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہے — پر گل خیالِ زخم سے دامن نگاہ کا

۴۵ہ

جان در ہوائے یک نگہ گرم ہے اسد
پروانہ ہے وکیل ترے دادخواہ کا

جور سے باز آئے پر باز آئیں کیا — کہتے ہیں ہم تجکو منھ دکھلائیں کیا

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان — ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

لاگ ہو تو اُسکو ہم سمجھیں لگاؤ — جب نہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا

حاصلِ الفت نہ دیکھا جز شکستِ آرزو
دل بدل پیوستہ گویا یک لبِ افسوس تھا

۳۹
کیا کہوں بیماریِ غم کی فراغت کا بیان
جو کہ کھایا خونِ دل بے منتِ کیموس تھا

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

۴۰
قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے
اُسکی خطا نہیں ہے یہ میرا قصور تھا

عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

جاتا ہوں داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے
ہوں شمعِ کشتہ درخورِ محفل نہیں رہا

مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ میں
شایانِ دست و بازوئے قاتل نہیں رہا

بر روئے شش جہت درِ آئینہ باز ہے
یاں امتیازِ ناقص و کامل نہیں رہا

وا کر دیے ہیں شوق نے بندِ نقابِ حسن
غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا

گو میں رہا رہینِ ستمہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

دل سے ہوائے کشتِ وفا مٹ گئی کہ واں
حاصل سوائے حسرتِ حاصل نہیں رہا

بیدادِ عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسدؔ
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

۴۱
رشک کہتا ہے کہ اُسکا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہے کہ وہ بیمہر کسکا آشنا

ذرّہ ذرّہ ساغرِ میخانۂ نیرنگ ہے
گردشِ مجنونِ چشمکہائے لیلا آشنا

شوق ہے سامان طرازِ نازشِ اربابِ عجز
ذرّہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا

شکوہ سنجِ رشکِ ہمدیگر نہ رہنا چاہیے
میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا

ہیں اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دلِ وحشی کہ ہے
عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

کوہکن بیقاش یک تمثالِ شیرینِ تھا اسدؔ
سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

بجلی اک کوند گئی آنکھون کے آگے تو کیا
بات کرنے مین کہ لب تشنۂ تقریر بھی تھا

یوسف اُسکو کہون اور کچھ نہ کہے خیر ہوئی
گر بگڑ بیٹھے تو مین لائق تعزیر بھی تھا

دیکھکر غیر کو ہو کیون نہ کلیجا ٹھنڈا
نالہ کرتا تھا و لے طالبِ تاثیر بھی تھا

پیشہ مین عیب نہین رکھیے نہ فرہاد کو نام
ہم ہی آشفتہ سرون مین وہ جوان میر بھی تھا

ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی
آخر اُس شوخ کے ترکش مین کوئی تیر بھی تھا

پکڑے جاتے ہین فرشتون کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

۳۶ رختی کے تھین اُستاد نہین ہو غالب
کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

لبِ خشک در تشنگی مُردگان کا
زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا

۳۷ ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی
مین دل ہون فریبِ وفا خوردگان کا

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہوا تھا
اورون پہ ہی وہ ظلم کہ مجھپر نہوا تھا

چھوڑا مہِ نخشب کی طرح دستِ قضا نے
خورشید ہنوز اُسکے برابر نہوا تھا

توفیق باندازۂ ہمت ہی ازل سے
آنکھون مین ہی وہ قطرہ کہ گوہر نہوا تھا

جب تک کہ نہ دیکھا تھا قدِ یار کا عالم
مین معتقدِ فتنۂ محشر نہوا تھا

مین سادہ دل آزردگیِ یار سے خوش ہون
یعنی سبقِ شوق مکرر نہوا تھا

دریاے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہوا تھا

۳۸ جاری تھی اسد داغِ جگر سے مری تحصیل
آتشکدہ جاگیرِ سمندر نہوا تھا

شب کہ وہ مجلس فروزِ خلوتِ ناموس تھا
رشتۂ ہر شمع خارِ کسوتِ فانوس تھا

مشہد عاشق سے کوسون تک جو اُگتی ہے حنا
کسقدر یارب ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا

بدگمانی نے نچایا اُسے سرگرمِ خرام
رُخ پہ ہر قطرۂ عرق دیدۂ حیران سمجھا

عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا
نبضِ خس سے تپشِ شعلۂ سوزان سمجھا

سفرِ عشق مین کی ضعف نے راحت طلبی
ہر قدم سایہ کو مین اپنے شبستان سمجھا

تھا گریزان مژۂ یار سے دل تا دمِ مرگ
دفعِ پیکانِ قضا اسقدر آسان سمجھا

دل دیا جان کے کیون اسکو وفادار اسدؔ
غلطی یہ کی جو کافر کو مسلمان سمجھا

۳۴

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا
دل جگر تشنۂ فریاد آیا

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

سادگیہائے تمنا یعنی
پھر وہ نیرنگ نظر یاد آیا

عذرِ واماندگی اے حسرتِ دل
نالہ کرتا تھا جگر یاد آیا

زندگی یون بھی گذر ہی جاتی
کیون ترا راہگذر یاد آیا

کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی
گھر ترا خُلد مین گر یاد آیا

آہ وہ جرأتِ فریاد کہان
دل سے تنگ آکے جگر یاد آیا

پھر ترے کوچہ کو جاتا ہی خیال
دلِ گم گشتہ مگر یاد آیا

کوئی ویرانی سی ویرانی ہی
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

مین نے مجنون پہ لڑکپن مین اسدؔ
سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

۳۵

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا
آپ آتے تھے مگر کوئی عنان گیر بھی تھا

تم سے بیجا ہی مجھے اپنی تباہی کا گلہ
اُس مین کچھ شائبۂ خوبیٔ تقدیر بھی تھا

تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دون
کبھی فتراک مین تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

قید مین ہی ترے وحشی کو وہی زلف کی یاد
ہان کچھ اک رنجِ گرانباریٔ زنجیر بھی تھا

۳۰

درماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانون
جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

۳۱

گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویران ہوتا
بحر گر بحر نہوتا تو بیابان ہوتا
تنگی دل کا گلا کیا یہ وہ کافر دل ہی
کہ اگر تنگ نہوتا تو پریشان ہوتا

۳۲

بعد یک عمر ورع بار تو دیتا بارے
کاش رضوان ہی درِ یار کا دربان ہوتا

۳۳

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجکو ہونے نے نہوتا مین تو کیا ہوتا
ہوا جب غم سے یون بیحس تو غم کیا سر کے کٹنے کا
نہوتا گر جدا تن سے تو زانو پر دھرا ہوتا

۳۴

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہی
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یون ہوتا تو کیا ہوتا

۳۵

یک ذرۂ زمین نہین بیکار باغ کا
یان جادہ بھی فتیلہ ہی لالہ کے داغ کا
بے مے کسے ہی طاقتِ آشوبِ آگہی
کھینچا ہی عجز حوصلہ نے خطِ ایاغ کا
بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہائے گل
کہتے ہین جسکو عشق خلل ہی دماغ کا
تازہ نہین ہی نشۂ فکرِ سخن مجھے
تریاکی قدیم ہون دودِ چراغ کا
سو بار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوے
پر کیا کرین کہ دل ہی عدو ہی فراغ کا
بے خونِ دل ہی چشم مین موجِ نگہ غبار
یہ میکدہ خراب ہی مے کے سراغ کا

۳۶

باغ شگفتہ تیرا بساط نشاطِ دل
ابر بہار خمکدہ کسکے دماغ کا

۳۷

وہ مری چینِ جبین سے غمِ پنہان سمجھا
رازِ مکتوب بہ بے ربطی عنوان سمجھا
یک الف بیش نہین صیقلِ آئینہ ہنوز
چاک کرتا ہون مین جیسے کہ گریبان سمجھا
شرح اسباب گرفتاری خاطر مت پوچھ
اسقدر تنگ ہوا دل کہ مین زندان سمجھا

کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہین
آج غالب غزل سرا نہوا

۵۲۶

گلہ ہی شوق کو دل مین بھی تنگی جا کا
گہر مین محو ہوا اضطراب دریا کا

یہ جانتا ہون کہ تو اور پاسخ مکتوب
مگر ستمزدہ ہون ذوقِ خامہ فرسا کا

خزاں ہی فصلِ بہار اگر ہی یہی
دوام کلفت خاطر ہی عیش دنیا کا

غم فراق مین تکلیفِ سیر باغ نہ دو
مجھے دماغ نہین خندہ ہاے بیجا کا

ہنوز محرمیِ حُسن کو ترستا ہون
کرے ہی ہر بُن مو کام چشم بینا کا

دل اُسکو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے
ہمین دماغ کہان حُسن کے تقاضا کا

نہ کہہ کہ گریہ بمقدارِ حسرتِ دل ہی
مری نگاہ مین ہی جمع و خرچ دریا کا

۵۲۷

فلک کو دیکھکے کرتا ہون اُسکو یاد اسد
جفا مین اُسکی ہی انداز کار فرما کا

۵۲۸

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا
خطِ جامِ مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا

اعتبارِ عشق کی خانہ خرابی دیکھنا
غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھپر ہوا

۵۲۹

## مطلع

جب بہ تقریب سفر یار نے محمل باندھا
تپشِ شوق نے ہر ذرہ پہ اک دل باندھا

اہل بینش نے بہ حیرتکدۂ شوخی ناز
جوہرِ آئنہ کو طوطی بسمل باندھا

یاس و امید نے یک عربدہ میدان مانگا
عجز ہمت نے طلسم دل سائل باندھا

نہ بندھے تشنگیِ ذوق کے مضمون غالب
گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

۵۳۰

مین اور بزمِ مے سے یون تشنہ کام آؤن
گر مین نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

ہی ایک تیر جسمین دونون چھدے پڑے ہین
وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا

۲۴

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے
کہ حسرت سنج ہون عرض ستمہاے جدائی کا

گر نہ اندوہ شب فرقت بیان ہو جائیگا
بے تکلف داغ مہ مہر دہان ہو جائیگا

زہرہ گر ایسا ہی شام ہجر مین ہوتا ہی آب
پرتو مہتاب سیل خانمان ہو جائیگا

لے تو لون سوتے مین اسکے پاؤن کا بوسہ مگر
ایسی باتون سے وہ کافر بدگمان ہو جائیگا

دل کو ہم صرف وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا
یعنی یہ پہلے ہی نذر امتحان ہو جائیگا

سب کے دل مین ہی جگہ تیری جو تو راضی ہوا
مجھپہ گویا اک زمانہ مہربان ہو جائیگا

گر نگاہ گرم فرماتی رہی تعلیم ضبط
شعلہ خس مین جیسے خون گرمین نہان ہو جائیگا

باغ مین مجکو نہ لیجا ورنہ میرے حال پر
ہر گل تر ایک چشم خونفشان ہو جائیگا

واے گر میرا ترا انصاف محشر مین نہو
اب تلک تو یہ توقع ہی کہ واں ہو جائیگا

۲۵

فائدہ کیا سوچ آخر تو بھی دانا ہی اسد
دوستی نادان کی ہی جی کا زیان ہو جائیگا

درد منت کش دوا نہ ہوا
مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو
اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

ہم کہان قسمت آزمانے جائین
تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

کتنے شیرین ہین تیرے لب کہ رقیب
گالیان کھا کے بے مزا نہ ہوا

ہی خبر گرم اُنکے آنے کی
آج ہی گھر مین بوریا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی مین مرا بھلا نہ ہوا

جان دی دی ہوئی اُسکی تھی
حق تو یون ہی کہ حق ادا نہ ہوا

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما
کام گر رک گیا روا نہ ہوا

رہزنی ہی کہ دلستانی ہی
لیکے دل دلستان روانہ ہوا

۵۲۲
بلائے جان ہی غالب اُسکی ہر بات
عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا

درخورِ قہر و غضب جب کوئی ہم سا نہوا
پھر غلط کیا ہی کہ ہمسا کوئی پیدا نہوا

بندگی مین بھی وہ آزادہ و خودبین ہین کہ ہم
اُلٹے پھر آئے درِ کعبہ اگر وا نہوا

سبکو مقبول ہی دعوی تری یکتائی کا
روبرو کوئی بُتِ آئنہ سیما نہوا

کم نہین نازشِ ہمتائی چشمِ خوبان
تیرا بیمار بُرا کیا ہی گر اچھا نہوا

سینہ کا داغ ہی وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا
خاک کا رزق ہی وہ قطرہ کہ دریا نہوا

نام کا میرے ہی جو دُکھ کہ کسیکو نہ ملا
کام مین میرے ہی جو فتنہ کہ برپا نہوا

ہر بُنِ مُو سے دمِ ذکر نہ ٹپکے خونناب
حمزہ کا قصہ ہوا عشق کا چرچا نہوا

قطرہ مین دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو مین کل
کھیل لڑکون کا ہوا دیدۂ بینا نہوا

تھی خبر گرم کہ غالب کے اُڑینگے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے یہ تماشا نہوا

۵۲۳
اسدؔ ہم وہ جنون جولان گدائے بے سر و پا ہین
کہ ہی سر پنجۂ مژگان آہوئے پشت خارا پا

پئے نذرِ کرم تحفہ ہی شرمِ نارسائی کا
بخون غلطیدۂ صد رنگ دعوی پارسائی کا

نہو حُسنِ تماشا دوست رسوا بیوفائی کا
بہ مہر صد نظر ثابت ہی دعوی پارسائی کا

زکوٰۃ حُسن دے اے جلوہ بینش کہ مہ آسا
چراغِ خانۂ درویش ہو کاسہ گدائی کا

نہ مارا جانکر بجرم غافل تیری گردن پر
رہا مانند خونِ بے گنہ حق آشنائی کا

تمنائے زبان محوِ سپاسِ بیزبانی ہی
مٹا جس سے تقاضا شکوۂ بیدستگائی کا

وہی اک بات ہی جو یان نفس واں نکہتِ گل ہی
چمن کا جلوہ باعث ہی مری رنگین نوائی کا

دہانِ ہر بُتِ پیمانہ جو نہ بجیر رسوائی
عدم تک بیوفا پیچھا ہی تیری بیوفائی کا

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیمکش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

رگِ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

غمِ اگرچہ جانگسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غمِ عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا

یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

۵۲

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

تجاہل پیشگی سے مدعا کیا
کہاں تک اے سراپا ناز کیا کیا

نوازشہائے بیجا دیکھتا ہوں
شکایتہائے رنگین کا گلا کیا

نگاہِ بے محابا چاہتا ہوں
تغافلہائے تمکین آزما کیا

فروغِ شعلۂ خس یک نفس ہے
ہوس کو پاسِ ناموسِ وفا کیا

نفس موجِ محیطِ بیخودی ہے
تغافلہائے ساقی کا گلا کیا

دماغِ عطرِ پیراہن نہیں ہے
غمِ آوارگیہائے صبا کیا

دلِ ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر
ہم اُسکے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

محابا کیا ہے میں ضامن ادھر دیکھ
شہیدانِ نگہ کا خوں بہا کیا

سُن اے غارتگرِ جنسِ وفا سُن
شکستِ قیمتِ دل کی صدا کیا

کیا کس نے جگرداری کا دعویٰ
شکیبِ خاطرِ عاشق بھلا کیا

یہ قاتل وعدۂ صبر آزما کیوں
یہ کافر فتنۂ طاقت ربا کیا

عشرتِ پارۂ دل زخمِ تمنا کھانا
لذتِ ریشِ جگر غرقِ نمکداں ہونا

کی مرے قتل کے بعد اُسنے جفا سے توبہ
ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

۵۱۸
حیف اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریباں ہونا

شب خمارِ شوقِ ساقی رستخیز اندازہ تھا
تا محیطِ بادہ صورِ خانۂ خمیازہ تھا

یک قدم وحشت سے درسِ دفترِ امکان کھلا
جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

مانعِ وحشت خرامیہائے لیلیٰ کون ہی
خانۂ مجنون صحرا گر بے دروازہ تھا

پوچھ مت رسوائی اندازِ استغنائے حُسن
دست مرہونِ حنا رخسار رہنِ غازہ تھا

نالۂ دل نے دیے اوراقِ لختِ دل بباد
یادگارِ نالہ اک دیوان بے شیرازہ تھا

۵۱۹
دوست غمخواری مین میری سعی فرماینگے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئینگے کیا

بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک
ہم کہینگے حالِ دل اور آپ فرماینگے کیا

حضرتِ ناصح گر آوین دیدہ و دل فرشِ راہ
کوئی مجکو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائینگے کیا

آج وان تیغ و کفن باندھے ہوے جاتا ہون مین
عذر میرے قتل کرنے مین وہ اب لائینگے کیا

گر کیا ناصح نے ہمکو قید اچھا یون سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا

خانہ زادِ زلف ہین زنجیر سے بھاگینگے کیون
ہین گرفتارِ وفا زندان سے گھبرائینگے کیا

ہی اب اس معمورہ مین قحطِ غمِ الفت اسد
ہمنے یہ مانا کہ دہلی مین رہین کھائینگے کیا

۵۲۰
یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ترے وعدہ پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر اُستوار ہوتا

از کلیات میر صاحب مرحوم مین

۱۵

دل گو ذوقِ کاوشِ ناخن سے لذت یاب تھا

نالہ دل مین شب اندازِ اثر نایاب تھا
تھا سپندِ بزمِ وصلِ غیر کو بیتاب تھا

مقدم سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے
خانۂ عاشق مگر ساز صدائے آب تھا

نازشِ ایام خاکستر نشینی کیا کہون
پہلوے اندیشہ وقفِ بسترِ سنجاب تھا

کچھ نہ کی اپنے جنونِ نارسا نے ورنہ یان
ذرہ ذرہ روکشِ خورشید عالمتاب تھا

آج کیون پروا نہین اپنے اسیرون کی تجھے
کل تلک تیرا بھی دل مہر و وفا کا باب تھا

یاد کر وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا
انتظارِ صید مین اک دیدۂ بیخواب تھا

مین نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے
اُس سلے سیل گریہ مین گردون کفِ سیلاب تھا

۱۶

اک اک قطرہ کا مجھے دینا پڑا حساب
خونِ جگر ودیعتِ مژگانِ یار تھا

اب مین ہون اور ماتمِ یک شہرِ آرزو
توڑا جو تو نے آئنہ تمثال دار تھا

گلیون مین میرے خشک کو کھینچے پھرے کہ مین
جاندادہ ہواے سرِ رہگذار تھا

موجِ سرابِ دشتِ وفا کا نہ پوچھ حال
ہر ذرہ مثلِ جوہرِ تیغ آبدار تھا

۱۷

کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پر اب
دیکھا تو کم ہوے پہ غمِ روزگار تھا

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہین انساں ہونا

گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی
درو دیوار سے ٹپکے ہے بیابان ہونا

وائے دیوانگیِ شوق کہ ہر دم مجھکو
آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیران ہونا

جلوہ از بسکہ تقاضاے نگہ کرتا ہے
جوہرِ آئنہ بھی چاہے ہے مژگان ہونا

عشرتِ قتل گہِ اہلِ تمنا مت پوچھ
عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عریان ہونا

لیکے خاک مین ہم داغِ تمناے نشاط
تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستان ہونا

مارا جگا دشتِ غمِ ہجراں ہوا اسد
سینہ کہ تھا دفینہ گہرہائے راز کا

۱۳

بزمِ شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا
رکھیو یارب یہ درِ گنجینۂ گوہر کھلا

شب ہوئی پھر انجمِ رخشندہ کا منظر کھلا
اس تکلف سے کہ گویا بتکدے کا در کھلا

گرچہ ہون دیوانہ پر کیون دوست کا کھاؤن فریب
آستین مین دشنہ پنہان ہاتھ مین نشتر کھلا

گو نہ سمجھون اسکی باتین گو نہ پاؤن اسکا بھید
پر یہ کیا کم ہے کہ مجھسے وہ پری پیکر کھلا

ہے خیالِ حسن مین حسنِ عمل کا سا خیال
خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کھلا

منھ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہین
زلف سے بڑھکر نقابِ اس شوخ کے منھ پر کھلا

در پہ رہنے کو کہا اور کہکے کیسا پھر گیا
جتنے عرصے مین مرا لپٹا ہوا بستر کھلا

کیون اندھیری ہے شبِ غم ہے بلاؤن کا نزول
آج اُدھر ہی کو رہیگا دیدۂ اختر کھلا

کیا رہون غربت مین خوش جب ہو حوادث کا یہ حال
نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

اُسکی اُمت مین ہون مین میرے رہین کیون کام بند
واسطے جس شہ کے غالب گنبدِ بے در کھلا

۱۴

شب کہ برقِ سوزِ دل سے ہرۂ ابر آب تھا
شعلۂ جوالہ ہر اک حلقۂ گرداب تھا

واں کرم کو عذر بارش تھا عناں گیرِ خرام
گریہ سے یان پنبۂ بالش کفِ سیلاب تھا

واں خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال
یاں ہجومِ اشک مین تارِ نگہ نایاب تھا

جلوۂ گل نے کیا تھا واں چراغاں آبجو
یاں رواں مژگانِ چشمِ تر سے خونِ ناب تھا

یاں سرِ پرشور بیخوابی سے تھا دیوار جو
واں وہ فرقِ ناز محوِ بالشِ کمخواب تھا

یاں نفس کرتا تھا روشن شمعِ بزمِ بیخودی
جلوۂ گل واں بساطِ صحبتِ احباب تھا

فرش سے تا عرش واں طوفان تھا موجِ رنگ کا
یاں زمین سے آسمان تک سوختن کا باب تھا

ناگہان اس رنگ سے خونناب ٹپکانے لگا

کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوہ نے
کرے جو پرتو خورشید عالم شبنمستان کا

مری تعمیر مین مضمر ہی اک صورت خرابی کی
ہیولیٰ برق خرمن کا ہی خون گرم دہقان کا

اوگا ہی گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر
مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہی میرے درباں کا

خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین
چراغ مُردہ ہون مین بیزبان گور غریبان کا

ہنوز اک پرتو نقش خیال یار باقی ہی
دل افسردہ گویا حجرہ ہی یوسف کے زندان کا

بغل مین غیر کی آج آپ سوتے ہین کہین ورنہ
سبب کیا خواب مین آکر تبسمہائے پنہان کا

نہین معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا
قیامت ہی سرشک آلودہ ہونا تیری مژگان کا

نظر مین ہی ہماری جادۂ راہ فنا غالب
کہ یہ شیرازہ ہی عالم کے اجزائے پریشان کا

٩ے
نہوگا یک بیابان ماندگی سے ذوق کم میرا
حباب موجۂ رفتار ہی نقش قدم میرا

١٠ے
جانت تھی چمن سے لیکن اب یہ بیدماغی ہی
کہ ہو جو بوے گل سے ناک مین آتا ہی دم میرا

١١ے
سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی
عبادت برق کی کرتا ہون اور افسوس حاصل کا

بقدر ظرف ہی ساقی خمار تشنہ کامی بھی
جو تو دریاے مے ہی تو مین خمیازہ ہون ساحل کا

١٢ے
محرم نہین ہی تو ہی نواہاے راز کا
یان ورنہ جو حجاب ہی پردہ ہی ساز کا

رنگ شکستہ صبح بہار نظارہ ہی
یہ وقت ہی شگفتن گلہاے ناز کا

تو اور سوے غیر نظرہاے تیز تیز
مین اور دُکھ تری مژہ ہاے دراز کا

صرفہ ہی ضبط آہ مین میرا وگرنہ مین
طعمہ ہون ایک ہی نفس جانگداز کا

ہین بسکہ جوش بادہ سے شیشے اوچھل رہے
ہر گوشۂ بساط ہی سر شیشہ باز کا

کاوش کا دل کرے ہی تقاضا کہ ہی ہنوز
ناخن پہ قرض اس گرہ نیمباز کا

دل ناامید کر نہیں ناکام ہی تو ہے
لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے

دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

عاشق ہوں پر معشوقہ فریبی ہے مرا کام
مجنوں کو برا کہتی ہے لیلیٰ مرے آگے

ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم راز ہے میرا
غالبؔ کو برا کیوں کہو اچھا مرے آگے

نہ ہوا پر نہ ہوا میرؔ کا انداز نصیب
ذوقؔ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

ہے اب اس معمورے میں قحطِ غمِ الفت اسدؔ
ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کیا

دل ناامید تو نہیں ناکام ہی تو ہے
لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے

دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

عاشق ہوں پر معشوقہ فریبی ہے مرا کام
مجنوں کو برا کہتی ہے لیلیٰ مرے آگے

ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم راز ہے میرا
غالبؔ کو برا کیوں کہو اچھا مرے آگے

نہ ہوا پر نہ ہوا میرؔ کا انداز نصیب
ذوقؔ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

ہے اب اس معمورے میں قحطِ غمِ الفت اسدؔ
ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کیا

دل ناامید تو نہیں ناکام ہی تو ہے
لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے

دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

عاشق ہوں پر معشوقہ فریبی ہے مرا کام
مجنوں کو برا کہتی ہے لیلیٰ مرے آگے

ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم راز ہے میرا
غالبؔ کو برا کیوں کہو اچھا مرے آگے

نہ ہوا پر نہ ہوا میرؔ کا انداز نصیب
ذوقؔ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

ہے اب اس معمورے میں قحطِ غمِ الفت اسدؔ
ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کیا

غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہمنے اپنا دل
خون کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا

حالِ دل نہین معلوم لیکن اسقدر یعنی
ہمنے بارہا ڈھونڈھا تمنے بارہا پایا

۹۴
شورِ پندِ ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا
آپ سے کوئی پوچھے تمنے کیا مزا پایا

۹۵
دل مرا سوزِ نہان سے بے محابا جل گیا
آتشِ خاموش کے مانند گویا جل گیا

دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں
آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

میں عدم سے بھی پرے ہون ورنہ غافل بارہا
میری آہِ آتشین سے بالِ عنقا جل گیا

عرض کیجے جوہرِ اندیشہ کی گرمی کہان
کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا

دل نہین تجکو دکھاتا ورنہ داغون کی بہار
اس چراغان کا کرون کیا کارفرما جل گیا

مین ہون اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل
دیکھکر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

۹۶
شوق ہر رنگ رقیبِ سر و سامان نکلا
قیس تصویر کے پردے مین بھی عریان نکلا

زخم نے داد نہ دی تنگیِ دل کی یارب
تیر بھی سینۂ بسمل سے پر افشان نکلا

بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

دل حسرت زدہ تھا مائدۂ لذتِ درد
کام یارون کا بقدرِ لب و دندان نکلا

ہی نو آموزِ فنا ہمتِ دشوار پسند
سخت مشکل ہی کہ یہ کام بھی آسان نکلا

دل مین پھر گریہ نے اک شور اُٹھایا غالب
آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفان نکلا

۹۷
دھمکی مین مر گیا جو نہ بابِ نبرد تھا
عشقِ نبرد پیشہ طلبگارِ مرد تھا

تھا زندگی مین مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اُڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

تالیفِ نسخہائے وفا کر رہا تھا مین
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

# غزلیات

۱

نقش فریادی ہی کسکی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہی پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

کاوِ کاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہی جوئے شیر کا

جذبہ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہی دم شمشیر کا

آگہی دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہی اپنے عالمِ تقریر کا

بسکہ ہون غالب اسیری مین بھی آتش زیرپا
موے آتش دیدہ ہی حلقہ مری زنجیر کا

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغِ جگر ہدیہ
مبارکباد اسد غمخوارِ جانِ دردمند آیا

۲

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروے کار
صحرا مگر بہ تنگیِ چشمِ حسود تھا

آشفتگی نے نقشِ سویدا کیا درست
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

تھا خواب مین خیال کو تجھسے معاملہ
جب آنکھ کھل گئی نہ زیان تھا نہ سود تھا

لیتا ہون مکتبِ غمِ دل مین سبق ہنوز
لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

ڈھانپا کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی
مین ورنہ ہر لباس مین ننگِ وجود تھا

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد
سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

۳

کہتے ہو نہ دینگے ہم دل اگر پڑا پایا
دل کہان کہ گم کیجے ہمنے مدعا پایا

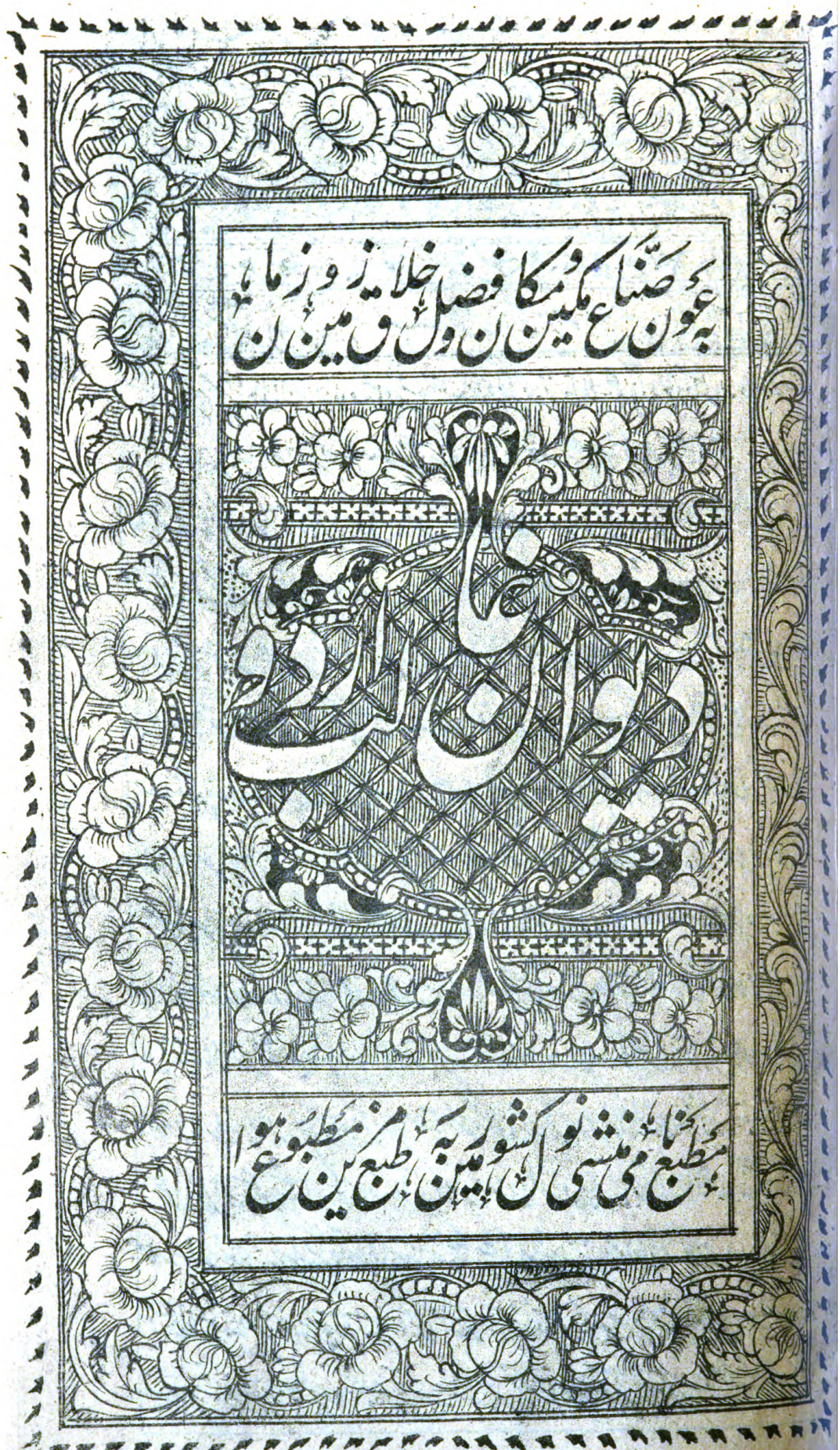
عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا
درد کی دوا پائی درد بے دوا پایا

دوستدار دشمن ہی اعتمادِ دل معلوم
آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا

سادگی و پرکاری بیخودی و ہشیاری
حسن کو تغافل مین جرأت آزما پایا

بسم الله الرحمن الرحیم

نشاط شمیم آشنایان را صلا و نهاد انجمن نشینان را فرده که نخستی از سامان مجمره گردانی آماده و دانه از عود هندی دست بهم داده است نه چوبهای سنگ خورده بهنجار نا طبیعی شکسته بی اندام تراشیده بلکه به تبر شگافته بکار در بزریز کرده لبسوهان خراشیده ایدون نفس گداختگی شوق بجست و جوی آتش پارسیست نه آتشی که در گلخنهای هند افسرده و خاموش و از کف خاکستر برگ خودش سیه پوش بینی چه بروی مسلم است او ناپاکی باستخوان مرده ناهار شکستن و از دیرانگی برشته شمع مزار کشته آویختن هر آئینه بدل گداختن نیز رود بزم افروختن را نشاید رخ آتش بصنع برافروزنده و آتش پرست را بباد افراد هم در آتش سوزنده نیک میداند که پژوهنده در هوای آن رخشنده آذر نعل در آتش ست کز بخشیم روشنی هوشنگ از سنگ برون نافته و در ایوان اهرا سپ نشود نمایافته خس را فروغست و لاله را رنگ مرغ را چشیم و کده را چراغ بخنده یزدان در دل بسخن برافروزد اسپاسم که شراری از ان آتش تابناک بخاکستر خویش یافته بکاو کاو سینه شنافته ام و از نفس دمیده بران برنهاده لوکه در اندک مایه روزگار آن مایه فراهم تواند آمد که مجمره را فروزد شنائی چراغ و رایحه عود را بال شناسائی دماغ تواند بخشید چنانکه این نامه را آن دو میست که پس از انتخاب دیوان ریخته بگرد آوردن سرمایه دیوان فارسی برخیزد و باستفاضه کمال این فریوفن پس رانوی خویشتن نشنید امید که سخن سرایان سخنور ستای پراگنده ابیاتی را که خارج ازین اوراق یابند از آثار تراوش رگ کلک این نامه سیاه نشناسند و جامه گرد آورد را در ستائش و نکوهش آن اشعار ممنون و ماخوذ نسگالند یارب این بادیه هستی ناشنیده از نیستی به پیدائی نارسیده یعنی نقش نضمیر آمده نقاش که به **اسدالله خان** موسوم و به میرزا نوشه معروف و به غالب متخلص ست چنانکه اکبرآبادی مولد و دهلوی مسکن ست فرجام کار بخفی مدفن نیز باد


بعون صناع مکین و مکان فضل خلاق مین و زمان
دیوان غالب
مطبع نامی منشی نول کشور مین بطبع مین مطبوع ہوا

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہی جسکے معاینہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ٹیکل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین اُنمین بعض کتب دیوان و کلیات و واسوخت اردو درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہی اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

## کتب دواوین

بہارستان سخن اردو - ناسخ و آتش و آباد کی ہمطرح غزلین سہ مصرع -

دیوان گویا - تصنیف فقیر محمد خان گویا شاگرد خواجہ وزیر بعنوان نو -

دیوان رند - تصنیف نواب سید محمد خان بہادر لکھنوی شاگرد آتش -

دیوان فدا - نہایت عمدہ دیوان تصنیف مولوی فدا حسین صاحب -

دیوان اسیر - منشی مظفر علی مرحوم اسیر شاعر نامور -

دیوان غافل - تصنیف جناب منور خان صاحب غافل ہمپایہ آتش و ناسخ -

دیوان ذوق - کلیات سید ابراہیم دہلوی متخلص بہ ذوق -

دیوان صادق - مصنفہ قاضی عبد الحق صاحب

دیوان لطف - یہ عمدہ دیوان پاکیزہ و دلچسپ ہی -

مجمع الاشعار - مجموعہ کلام اساتذہ -

دیوان ہنجار سالک - مولفہ مرزا قربان علی بیگ -

دیوان نیاز - تصنیف شاہ نیاز احمد ؒ اردو و فارسی -

دیوان شہیدی - مشہور شاعر کا کلام ہی عمدہ طبع جدید -

دیوان امیر - مسمّٰی بمرآت الغیب - تصنیف منشی امیر احمد صاحب امیر -

دیوان نشاط الاجباب - از بابو ہرگوبند سہاے -

دیوان جرار - مشہور شاعر مرزا حسین بیگ متخلص بہ جرار -

دیوان قلق - مسمّٰی بہ مظہر عشق مصنفہ آفتاب الدولہ خواجہ اسد قلق -

دیوان بہار عرب - مولفہ حاجی محمد نذیر صاحب مصطفیٰ آبادی نعت رسول مقبول مین -

دیوان واسطی - مصنفہ مولوی سید فضل رسول خان صاحب بہادر تعلقہ دار سندیلہ -

دیوان عاشق - مصنفہ پنڈت کنہیا لال صاحب تخلص عاشق -

دیوان خواجہ میر درد - یہ کلام شاعر حقیقی باطن کا ہی

Deewan Ghalib Urdu

INSTITUTE INDIAN

به عون صناع مکین و مکان فضل خلاق زمین و زمان

# دیوان غالب اردو

مطبع نامی منشی نول کشور میں بہ طبع متین مطبوع ہوا

Dīwān-e-Ghālib.

Indian Institute, Oxford.
The Lucknow Sparks Library.
Presented
by
Munshi Newul Kishore.

